REFUTATION OF QADIANI ACCUSATION

ALLAMA REV. ABDUL HAQQ
Prof.North India Theological College

ردِ بہتان قادیانی

سیدنا مسیح کے حق میں مرزائے قادیانی کی بدزبانی کا تحقیقی جواب

مصنف
علامہ عبدالحق

1936

WWW.NOOR-E-HAYAT.COM

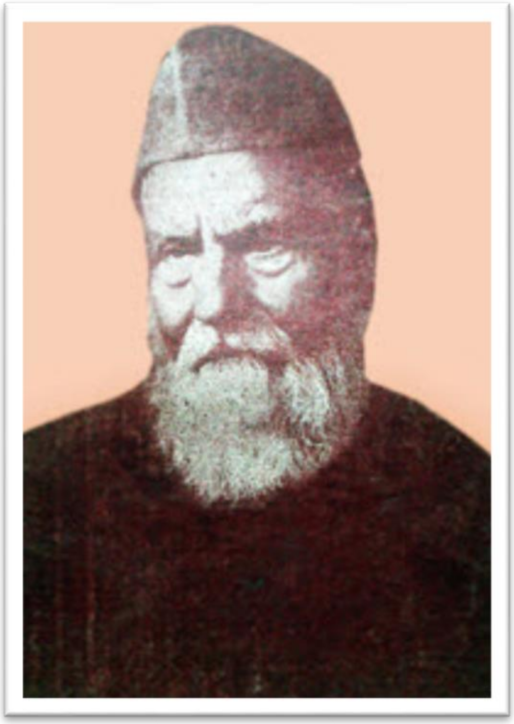

1889-1970

Allama Rev. Abdul Haqq

Professor North India Theological College

ردّ بہتان قادیانی

مصنفہ جناب علامہ مولوی پادری عبد الحق صاحب فاتح قادیان
پروفیسر نارتھ انڈیا تھیالوجیکل کالج

صفحہ	فہرستِ مضامین
4	قادیانی بہتان
4	بنائے بہتان
5	شہادتِ اناجیل
5	غیر مرزائی نقطہ نگاہ
5	حقیقت انجیل اور مرزائی نقطہ نگاہ
6	جسمانی عقل وروحانی بصیرت
6	مرزائی سوء فہمی کا سبب
7	کلامِ مقدس کی خصوصیت
10	جسمانی عقل کے مطالبات
11	مرزائی صاحبان کی بے انصافی
12	کیا کسی نبی یا پرہیز گار انسان کے لئے ضرور ہے کہ اس کے آباواجداد میں کبھی کوئی گنہگار نہ ہو گذرا ہو؟
12	خدا کی بادشاہی میں جسمانی نسب ناموں کو دخل نہیں
13	جسمانی زناکاری سے روحانی زناکاری بدتر فعل ہے
14	اعتراض نہیں بلکہ عامیانہ گالی
14	مرزا صاحب مخالفِ مسیح
17	اعتراض کنندہ مرزا صاحب اس کے نزدیک خبیث اور شیطان کا ہم جنس ہے

18	آنخداوند مسیح کی توہین کا سبب مرزا صاحب کی خاص نظرِ عنایت
19	مرزا صاحب کی تمام تصنیفات میں مسیح کی مخالفت
24	مرزا صاحب قادیانی جیسے مخالفِ مسیح کے ظہور کے لئے آنخداوند مسیح کی روح بیقرار
24	مرزا صاحب کے مخالفِ مسیح ہونے پر ان کا دستخطی اقبال
27	حقیقت مرزا بقلم خود
29	وہ تین عورتیں کونسی ہیں؟
29	مسیح نسب نامہ میں ان عورتوں کے ذکر کی غائت
30	راستباز ہونے کے متعلق مسیحی اور مرزائی نقطہ نگاہ میں اختلاف
31	مرزا نقطہ نگاہ
32	تامار پہلی دادی اور نانی
32	راحاب دوسری دادی اور نانی
33	بنتِ سبع تیسری دادی اور نانی
34	مرزا صاحب کے من گھڑت اعتراضات
35	کسی جوان کنجری کے آنخداوند مسیح کے پاؤں کو ہاتھ لگا دینے سے بھی کلمۃ اللہ ناپاک نہیں ہو سکتے۔

قادیانی بہتان

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ہمارے منجی خداوند کے بارہ میں لکھا ہے کہ "آپ کا خاندان نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔۔۔آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شائد اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان رہے۔ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگائے۔" (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۹)۔

بنائے بہتان

اس میں شک نہیں کہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنے ادّعای کسرِ صلیب کا خالی ڈھول پیٹتے ہوئے محض مسیحیوں کی دلآزاری اور ان کو چڑانے کی غرض سے آنخداوند کی نسبت ایسے تہذیب واخلاق سے گرے ہوئے اور ہتک آمیز کلمات قلمبند کئے ہیں۔ جیسا کہ ان کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ "نادان پادریوں کو چاہیے کہ بدزبانی اور گالیوں کا طریق چھوڑ دیں۔ورنہ نامعلوم خدا کی غیرت[1] کیا کیا ان کو دکھلا ئیگی۔" (حاشیہ ضمیمہ صفحہ ۹)

مگر ان کی امت کے لوگ اس "بدزبانی اور گالیوں" کے طریق کی مذمت کرنے اور اس سے اپنی بیزاری ظاہر کرنے کی بجائے محض حسن عقیدت کی بنا پر بے سوچے سمجھے کی مرزا صاحب آنجہانی کے اس ناروا فعل کو بنظر استحسان دیکھتے ہیں۔ بلکہ ایسے ناگفتہ بہ کلمات کو کسرِ صلیب کا کوئی بڑا

[1] گویا مرزا صاحب قادیانی کسی پادری کی گالیوں کے مقابل اپنی طرف سے گالیوں کا طریق اختیار کئے جانے کو خدا کی غیرت کا اظہار قرار دیتے ہیں مگر یہ تین وجہ سے باطل ہے (اوّل) اگر کسی پادری نے بالفرض گالیوں کا طریق اختیار کیا تھا تو قصور اس پادری کا تھا نہ کہ آنخداوند کا۔ پس کسی پادری سے بدلہ لینے کی غرض سے آنخداوند کی ہتک کرنا کسی صورت میں بھی حق بجانب نہ ٹھہریگا۔ (دوم) اگر بدی کا بدلہ بدی کے اصول کے صحیح فرض کریں تو اس سے خدائے تعالیٰ کی قدوسیت یا قدرت مطلقہ میں سے کسی کا انکار لازم آئیگا۔ کیونکہ اگر خدائے تعالیٰ قدوس ہے اور اس کی ذات ہر قسم کی بدی سے منزہ ہونے کے باوصف قادر مطلق ہے تو ماننا پڑیگا کہ نیکی ہی حقیقی قدرت اور قوت ہے اور اس کے مقابل بدی فی الحقیقت عجز اور ضعف ہے اگرچہ ظاہری اور عارضی طور پر بدی ہی قدرت اور قوت کیوں نہ دکھائی دے) پس اگر بدی پر غلبہ پانے کے لئے بدی سے اس کا مقابلہ کرنا ہی الٰہی غیرت کا اظہار ہو تو نیکی کی قدرت اور قوت کا انکار لازم آئیگا۔ ازیں جہت اصولی طور پر بدی کو قوت اور غلبہ کا سبب ٹھہرانا اور الٰہی غیرت کا اظہار قرار دینا خدائے تعالیٰ کی پاک مرضی وطبعیت سے موافقت نہیں رکھ سکتا۔ اسی لئے کلامِ مقدس میں بدی کو عجز اور مغلوبیت کا باعث اور نیکی کو قوت کا اور غلبہ کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ "اے عزیزو انتقام نہ لو۔۔۔۔ بلکہ اگر تیرا دشمن بھوکا ہو تو اس کو کھانا کھلا۔ اگر پیاسا ہو تو اسے پانی پلا۔ بدی سے مغلوب نہ ہو بلکہ نیکی کے ذریعہ سے بدی پر غالب آؤ۔ (انجیل شریف خطِ رومیوں ۱۲، آیت ۱۹ تا ۲۱)۔ پس جسمانی نظام میں عارضی طور پر تو بدی کسی صورت میں قوت اور غلبہ کا سبب ہوسکتی ہے مگر روحانی نظام اور مذہبی عالم میں بدی کو بطور قوت اور غلبہ کے کوئی دخل نہیں ہوسکتا۔ بلکہ برعکس اس کے وہ عجز اور کمزوری کا سبب اور نشان ہوگی (سوم) اگر گالی بدلہ گالی جائز ہو تو پھر چوری اور زنا کے معاملہ میں کیا عملدرآمد ہوگا؟ کیا جس شخص کے برخلاف یہ برے کام سرزد ہوں اس کے لئے چور اور زانی کے ہاں بدلہ میں ایسی بدکرداری کا ارتکاب جائز ہوگا؟ اگر جواب اثبات میں ہو تو چوری اور زنا ناجائز فعل ہیں کبھی جائز بھی ٹھہرینگے؟ اور اگر جواب نفی میں ہو تو بدی کے بدلہ میں بدی کا اصول باطل ٹھہریگا۔ اور اس لئے بدزبانی اور گالیوں کے طریق کے مقابل یہی طریق اختیار کرنے والے لوگ خدا کے بارہ میں غیرت تو رکھتے ہیں مگر سمجھ کے ساتھ نہیں۔ اس لئے کہ وہ خدا کی راستبازی سے ناواقف ہو کر اپنی راستبازی قائم کرنے کی کوشش کر کے خدا کی راستبازی کے تابع نہ ہوئے۔ منہ

کارنامہ خیال کرکے کورانہ تقلید میں ابھی تک اپنی تقریروں اور تحریروں میں بار بار دہرانے [1] سے باز نہیں آتے اور اپنی اس خلافِ حق کارروائی کو حق بجانب قرار دینے کے لئے یہ بےبنیاد دعویٰ پیش کرتے ہیں کہ موجودہ اناجیل کے بیانات کی بناپر آنخداوند کے بارہ میں ایسے ناشائستہ کلمات اور گستاخانہ لب ولہجہ کا طریق درست ہے۔ حالانکہ اگروہ عقل وانصاف سے کام لیں توانہیں تسلیم کرناپڑیگا کہ جب خود انجیل نویسوں کی نظر میں آنخداوند کی یہ شان ہے کہ۔

شہادتِ اناجیل

- "دیکھو بادل میں سے یہ آواز آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹاہے جس سے میں خوش ہوں۔"(انجیل شریف بہ مطابق حضرت ۱۷، آیت ۵)۔
- "خداکے بیٹے یسوع مسیح کی انجیل کا شروع (مرقس ۱، آیت ۱)۔
- "اوریسوع حکمت اور قد و قامت اور خداکی اور انسان کی مقبولیت میں ترقی کرتا گیا۔"(لوقا ۲، آیت ۵۲)۔
- "یہ اس لئے لکھے گئے کہ تم ایمان لاؤ کہ یسوع ہی خداکابیٹا مسیح ہے۔اور ایمان لاکراس کے نام سے زندگی پاؤ۔"(یوحنا ۲۰، آیت ۳۱)۔

غیر مرزائی نقطہ نگاہ

اور جبکہ بیشمار مسیحیوں (جن کے مقابل دنیوی علم وفضل کے لحاظ سے بھی مرزائی صاحبان کسی شمار وقطار میں نہیں) کے علاوہ کثیر التعداد اہل عقل ورائے مسلمانوں۔ہندوؤں بلکہ دہریوں تک کو انہی اناجیل میں سیدنا مسیح کی نہایت پاکیزہ اوراعلیٰ درجہ کی بے لوث اور عدیم المثال قابل نمونہ زندگی کی تصویر دکھائی دیتی ہے تو اگر مرزاصاحب قادیانی اوران کے معدودے چند پیروؤں اور ان کے ہم خیال آنخداوند کے چند دیگر مخالفوں کو خود انجیل نویسوں کی منشاء اور بے شمار مسیحیوں اور غیر مسیحیوں کے نقطہ نگاہ کے برخلاف اسی انجیل مقدس میں سیدنا مسیح کی بے عیب تصویر معیوب دکھائی دے۔

حقیقت انجیل اور مرزائی نقطہ نگاہ

تولا محالہ اس حق ناشناسی کا باعث ان کی اپنی ہی نظر کا فتور اور قصور ہو سکتاہے نہ کہ انجیل مقدس کے بصیرت افروز بیانات۔ بقحوائے قول قایل۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ۔ چشمہ آفتاب را چہ گناہ؟

اور کلامِ مقدس میں ایسے مخالفوں کے متعلق یہی لکھاہے کہ

[1] مرزائیوں کی لاہوری پارٹی کے سہ روزہ آرگن پیغام صلح مطبوعہ ۱۹ مئی ۱۹۳۲ء میں بھی "اناجیل مروجہ اوریسوع مسیح" کے عنوان کے ماتحت "یسوع کا نسب نامہ آباواجداد کے لحاظ سے" کی سرخی دیگر انہی خیالات کا اعادہ کیا ہے۔ منہ

- اگر ہماری خوشخبری (یا انجیل) پر پردہ پڑا ہے تو ہلاک ہونے والوں کے واسطے ہی پڑا ہے۔ یعنی ان بے ایمانوں کے واسطے جن کی عقلوں کو اس جہان کے خدا نے اندھا کر دیا ہے تاکہ مسیح جو خدا کی صورت ہے اس کے جلال کی خوشخبری (یا انجیل) کی روشنی ان پر نہ پڑے" (۲ کرنتھیوں ۴، آیت ۳تا۴)۔

پس مرزائی نقطہ نگاہ کے زیراثر حقیقتِ انجیل سے کماحقہ آگاہ ہو جانا از حد مشکل ہے ہے۔ اس لئے کہ

- نفسانی آدمی خدا کے روح کی باتیں قبول نہیں کرتا کیونکہ وہ اس کے نزدیک بیوقوفی کی باتیں ہیں۔ اور نہ وہ انہیں سمجھ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ روحانی طور پر پرکھی جاتی ہیں۔ (۱۔ کرنتھیوں ۲ آیت ۱۴)۔
- ایسا شخص اپنا جسمانی عقل پر بے فائدہ پھول کر دیکھی ہوئی چیزوں میں مصروف رہتا ہے۔" (خطِ کلسیوں ۲، آیت ۱۸)۔

جسمانی عقل اور روحانی بصیرت

علاوہ بریں جو شخص ضرورت الہام کا قائل ہوگا اسے لامحالہ ماننا پڑیگا کہ جسمانی عقل اور دینوی حکمت محض دیدنی چیزوں اور جسمانیت سے متعلق ہیں۔ اور انہی کے بارہ میں ان کا حکم یقینی اور قطعی ہو سکتا ہے۔ مگر الہٰی عرفان کے حصول کے لئے محض جسمانی عقل اور روحانی حقائق (مثلاً روحانی خوبی وعیب کی حقیقت) کو جانچنے کے لئے محض دینوی حکمت اور نفسانی خیالات صحیح آلہ کار نہیں ہو سکتے اور نہ روحانی امور کے متعلق ان کا حکم یقینی اور قطعی مانا جاسکتا ہے۔ ورنہ کسی قسم کے الہامی کلام وآسمانی ہدایت وروحانی بصیرت کی ضرورت ہی باقی نہ رہیگی۔ مگر

- "جب خدا کی حکمت کے مطابق دنیا نے اپنی حکمت سے خدا کو نہ جانا۔" (اکرنتھیوں ا، آیت ۲۱)۔ تو
- "جو چیزیں نہ آنکھوں نے دیکھیں، نہ کانوں نہ سنیں۔ نہ آدمی کے دل میں آئیں۔ وہ سب خدا نے اپنے محبت رکھنے والوں کے لئے تیار کردیں۔ لیکن ہم پر خدا نے ان کو روح کے وسیلے سے ظاہر کیا۔ کیونکہ انسانوں میں سے کون کسی انسان ک باتیں جانتا ہے۔ سو انسان کی اپنی روح کے جو اس میں ہے۔ اسی طرح خدا کے روح کے سوا کوئی خدا کی باتیں نہیں جانتا۔" (اکرنتھیوں ۲، آیت ۹تا۱۱)۔

مرزائی سوء فہمی کا سبب

پس روحانی حقائق نہ محض جسمانی عقل سے سمجھ میں آسکتے ہیں اور نہ ان کے پرکھنے کے لئے محض دینوی حکمت اور نفسانی خیالات کو بے خطا معیار تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ مگر چونکہ مرزائی صاحبان روحانی بصیرت کی رہنمائی اور انجیلی طرزبیان کی روشنی میں انجیل مقدس کے بیانات پر غور کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ نفسانی خیالات کے زیر اثر اور مرزائی طرز بیان کے مطابق (جس کے وہ عادی ہو چکے ہیں) محض عیب جوئی کی نیت سے ان پر مخالفانہ نظر ڈالنا اور اصولِ تفسیر کی پابندی سے قطعاً آزاد رہ کر من مانی تاویلیں گھڑنا پسند کرتے ہیں۔ اس لئے کوئی تعجب کی بات نہیں کہ کتاب مقدس کے محاسن بھی ان کی نظر میں معائب دکھائی دیں۔ لیکن انہیں ازراہ انصاف اس امر واقعی کو نظر انداز نہ کرنا چاہیے کہ نہ صرف اس وجہ سے کہ جسمانی عقل کی رسائی محض جسمانی عالم تک ہی محدود ہے اور وہ صرف ظاہر پر قطعی ویقینی حکم لگا سکتی ہے۔ اور روحانی عالم وباطنی حقائق کے متعلق قطعی حکم لگانا اس کی پہنچ سے باہر ہے۔ بلکہ اس لئے بھی کہ

کلام مقدس کی خصوصیت

کلامِ مقدس کے بیانات روحانی امور کے متعلق بمقابلہ دیگر ساری کتابوں کے نرالی طرز اور نوعیت کے ہیں حتیٰ کہ بصورت ظاہر اس کے بعض بیانات باہم متناقص دکھائی دیتے ہیں ۔ لیکن ایسے بیانات کی بخلافِ ظاہر ایسی روحانی اور باطنی تعبیر کو قبول کریں۔ جو خود کلام مقدس کی عبارات سے منکشف ہوتی ہے۔ تو ان میں تطبیق کلی دکھائی دیگی۔ مثلاً مکاشفہ ۵، آیت ۵ میں جس شخص کو "یہوداہ کے قبیلے کا ببر" کہا گیا ہے اسی اس سے اگلی (یعنی چھٹی آیت میں "ذبح کیا ہوا برہ قرار دیا گیا ہے۔ پس بصورت ظاہر ان دونو بیانوں کا مقابلہ کریں تو آپس میں متنافی ٹھہرینگے کیونکہ "ذبح کئے ہوئے برہ" کو "شیر ببر" کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں۔ کہاں ایک ہیبت ناک اور خونخوار درندہ اور کہاں بیچارہ برہ اور وہ بھی ذبح کیا ہوا؟ اور اسی طرح پر جس مسیح بادشاہ کو کلام مقدس میں "خدائے قادر ابدیت کا باپ اور سلامتی کا شہزادہ" کہا گیا ہے۔ اور جس کی بابت لکھا ہے کہ "وہ قوموں کو لوہے کے عصا سے توڑیگا۔ اور کمہار کے برتن کی مانند انہیں چکنا چور کریگا۔ اس کا دہنا ہاتھ اسے مہیب کام دکھائیگا۔ اور اس کے تیز تیر دشمنوں کے دل کو چھیدینگے۔ اور کہ اس کی بادشاہی کا آخر نہ ہوگا۔ (یسعیاہ ۹، آیت ۶ تا ۷، زبور ۲، آیت ۹۔ زبور ۴۵، آیت ۳ تا ۵، لوقا ۱، آیت ۳۲ تا ۳۳)۔

ایسے جلالی بادشاہ کو جسمانی عقل کے روسے اور دینوی حکمت کی بناپر ایسے شخص سے کوئی مناسبت نہیں ہوسکتی "جس کی کوئی نمائش بھی نہیں کہ ہم اس کے مشتاق ہوں۔ وہ آدمیوں میں ذلیل وحقیر۔ مرد غمناک اور رنج کا آشنا تھا۔ جس کے لئے سر دھرنے کو بھی دنیا بھر میں جگہ نہ تھی۔ اور جسے نہایت ذلت کے ساتھ ٹھٹھوں میں اڑایا گیا۔ اور انتہا درجہ کی بیکسی کی حالت میں کوڑے لگاکر دو ڈاکوؤں ک درمیان صلیب پر لٹکایا گیا۔ (یسعیاہ ۵۳، آیت ۲ تا ۳)۔ لوقا ۹، آیت ۵۸، متی ۲۷، آیت ۲۷ تا ۳۰ و ۳۵ و ۴۴۔ یوحنا ۱۹، آیت ۱ تا ۳)۔

جس کے پیرو عام لوگ تھے اور سرداروں یا فریسیوں میں سے کوئی اس پر ایمان نہ لایا (یوحنا ۷، آیت ۴۸ تا ۴۹)۔ اور اس کے رسولوں کی چھوٹی سے جماعت میں بھی خاص لوگ غریب اور ان پڑھ مچھوے تھے۔ (متی ۴، آیت ۱۸ تا ۲۲)۔ ان میں ایک محصول لینے والا بھی تھا۔ (متی ۹، آیت ۹) انہی بارہ میں سے ایک نے اسے پکڑوا بھی دیا (متی ۲۶، آیت ۴۷ تا ۵۰)۔ اس کو مصیبت میں گرفتار دیکھ کر وہ سارے شاگرد اسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ (متی ۲۶، آیت ۵۶)۔ پطرس رسول جس نے بڑی دلیری اور ایمان کی پختگی کے ساتھ اس کے زندہ خدا کا بیٹا ہونے کا اقرار کیا تھا۔ (متی ۱۶، آیت ۱۶)۔ اور جس کو آسمان کی بادشاہت کی کنجیاں دی گئی تھیں (متی ۱۶، آیت ۱۹)۔ اور جس نے موت تک وفاداری کا عہد کیا تھا۔ اس نے تین دفعہ اس کا انکار کیا۔ (متی ۲۶، آیت ۶۹ تا ۷۶)۔ پس ظاہری صورت میں " مسیح بادشاہ موعود" کو "یسوع مسیح" کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں۔ لیکن اگر کلامِ مقدس کی ان عبارات کو صحیح تسلیم کرلیا جائے کہ

- "آسمان کی بادشاہت اس رائی کے دانے کی مانند ہے جسے کسی آدمی نے لے کر اپنے کھیت میں بودیا۔" (متی ۱۳، آیت ۳۱)۔
- "ایک چھپے ہوئے خزانے کی مانند ہے۔" (متی ۱۳، آیت ۴۴)۔
- "خدا کی بادشاہت ظاہر طور پر نہ آئیگی" (لوقا ۱۷، آیت ۲۰)۔
- "میری بادشاہت دنیا کی نہیں۔ اگر میری بادشاہت دنیا کی ہوتی تو میرے خادم لڑتے۔" (یوحنا ۱۸، آیت ۳۶)۔

- مبارک ہیں وہ جو راستبازی کے سبب سے ستائے گئے ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہی انہیں کی ہے۔ جب میرے سبب سے لوگ تمہیں ستائے لعن طعن کرینگے اور ستائینگے۔ اور ہر طرح کی بری باتیں تمہاری نسبت ناحق کہینگے تو تم مبارک ہوگے۔ خوشی اور شادمان ہونا کیونکہ آسمان پر تمہارا بڑا اجر ہے۔ اس لئے کہ لوگوں نے نبیوں کو جو تم سے پہلے تھے اسی طرح ستایا تھا۔" (متی ۵، آیت ۱۰ تا ۱۲)۔
- "تم دنیا میں مصیبت اٹھاتے ہو لیکن خاطر جمع رکھو۔ میں دنیا پر غالب آیا ہوں۔" (یوحنا ۱۶، آیت ۳۳)۔
- "ہم تیری خاطر دن بھر جانے سے مارے جاتے ہیں۔ ہم تو ذبح ہونے والی بھیڑوں کے برابر گنے گئے۔ مگر ان سب حالتوں میں اس کے وسیلے سے جس نے ہم سے محبت کی ہم کو فتح سے بھی بڑھ کر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔" (رومی ۸، آیت ۳۶ تا ۳۷)۔
- "انسانی شکل میں ظاہر ہو کر اپنے آپ کو پست کر دیا۔ اور یہاں تک فرمانبردار رہا۔ موت بلکہ صلیبی موت گوارا کی۔ اسی واسطے خدا نے بھی اسے وہ نام بخشا جو سب ناموں سے اعلیٰ ہے۔" (خطِ فلپیوں ۲، آیت ۸ تا ۹)
- "اس نے حکومتوں اور اختیاروں کو اپنے اوپر سے اتار کر ان کا برملا تماشا بنایا اور صلیب کے سبب سے ان پر فتحیابی کا شادیانہ بجایا۔" (خطِ کلسیوں ۲، آیت ۱۵)۔
- "یسوع کو کہ موت کا دکھ سہنے کے سبب جلال اور عزت کا تاج اسے پہنایا گیا۔" (خط عبرانیوں ۲، آیت ۹)۔
- "جس نے اس خوشی کے لئے جو اس کی نظروں کے سامنے تھی شرمندگی کی پروانہ کرکے صلیب کا دکھ سہا اور خدا کے تخت کی دہنی طرف جا بیٹھا۔" (عبرانیوں ۱۲، آیت ۲)۔
- "ذبح کیا ہوا برہ ہی قدرت اور دولت اور حکمت اور طاقت اور عزت اور تمجید اور حمد کے لائق ہے۔" (مکاشفہ ۵، آیت ۱۲)۔
- "میری قدرت کمزوری میں پوری ہوتی ہے۔" (۲ کرنتھیوں ۱۲، آیت ۹)۔
- "خدا کی بادشاہت باتوں پر نہیں بلکہ قدرت پر موقوف ہے۔" (۱ کرنتھیوں ۴، آیت ۲۰)
- "میں آدمیوں سے عزت نہیں چاہتا۔" (یوحنا ۱۵، آیت ۴۱)۔
- "آدمی ظاہر کو دیکھتا ہے۔ پر خداوند دل پر نظر کرتا ہے۔" (۱ سیموئیل ۱۶، آیت ۱۷)۔
- "جو چیزیں آدمیوں کی نظر میں عالی قدر ہے وہ خدا کے نزدیک مکروہ ہے۔" (لوقا ۱۶، آیت ۱۵)۔
- "تم جسم کے مطابق فیصلہ کرتے ہو۔" (یوحنا ۸، آیت ۱۵)۔
- "ظاہر کے موافق فیصلہ نہ کرو بلکہ انصاف سے فیصلہ کرو۔" (یوحنا ۷، آیت ۲۴)۔
- "تاکہ تم انکے جواب دے سکو جو ظاہر پر فخر کرتے ہیں اور باطن پر نہیں۔" (۲ کرنتھی ۵، آیت ۱۲)۔
- "زندہ کرنے والی تو روح ہے۔ جسم سے کچھ فائدہ نہیں۔" (یوحنا ۶، آیت ۶۳)۔
- "کیونکہ لفظ مار ڈالتے ہیں۔ مگر روح زندہ کرتی ہے۔" (۲ کرنتھی ۳، آیت ۶)۔
- "جو جسمانی ہیں وہ جسمانی باتوں کے خیال میں رہتے ہیں اور جو روحانی ہیں وہ روحانی باتوں کے خیال میں رہتے ہیں۔" (خطِ رومیوں ۸، آیت ۶)۔

- "خدانے دنیا کے کمینوں اور حقیروں بلکہ بے وجودوں کو چن لیا کہ موجودوں کو نصیحت کرے تاکہ کوئی بشر خدا کے سامنے فخر نہ کرے (۱ کرنتھیوں ۱، آیت ۲۸ تا ۲۹)۔
- "تاکہ تمہارا ایمان انسانوں کی حکمت پر نہیں بلکہ خدا کی قدرت پر موقوف ہو۔" (۱ کرنتھیوں ۲، آیت ۵)۔
- "تم تو ان چیزوں پر نظر کرتے ہو جو آنکھوں کے سامنے ہیں۔" (۲ کرنتھیوں ۱۰، آیت ۷)۔
- "گو ہماری ظاہری انسانیت زائل ہوتی جاتی ہے پھر بھی ہماری باطنی انسانیت روز بروز نئی ہوتی جاتی ہے۔ کیونکہ ہماری دم بھر کی ہلکی سی مصیبت ہمارے لئے از حد بھاری اور ابدی جلال پیدا کرتی جاتی ہے۔ جس حال میں کہ ہم دیکھی ہوئی چیزوں پر نہیں بلکہ ان دیکھی چیزوں پر نظر کرتے ہیں۔" (۲ کرنتھیوں ۴، آیت ۱۶ تا ۱۸)۔
- "نہ دنیا سے محبت رکھو نہ ان چیزوں سے جو دنیا میں ہیں۔ جو کوئی دنیا سے محبت رکھتا ہے اس میں باپ کی محبت نہیں۔ کیونکہ جو کچھ دنیا میں ہے یعنی جسم کی خواہش اور آنکھوں کی خواہش اور زندگی کی شیخی وہ باپ کی طرف سے نہیں بلکہ دنیا کی طرف سے ہے۔ دنیا اور اس کی خواہش دونوں مٹتی جاتی ہیں لیکن جو خدا کی مرضی پر چلتا ہے وہ ابد تک قائم رہیگا۔" (۱۔یوحنا ۲، آیت ۱۵ تا ۱۷)۔
- "اگر تم دنیا کے ہوتے تو دنیا اپنوں کو عزیز رکھتی۔ لیکن چونکہ تم دنیا کے نہیں۔ بلکہ میں نے تم کو چن لیا ہے اس واسطے دنیا تم سے عداوت رکھتی ہے۔" (۱۔یوحنا ۱۵، آیت ۱۹)۔
- "عالم بالا کی چیزوں کے خیال میں رہو۔ نہ زمین پر کی چیزوں کے۔" (خطِ کلسیوں ۳، آیت ۲)۔
- "روح کے موافق چلو تو جسم کی خواہش کو ہرگز پورا نہ کروگے۔ کیونکہ جسم روح کے خلاف کوشش کرتا ہے اور روح جسم کے خلاف۔" (گلتیوں ۵، آیت ۱۶ تا ۱۷)۔
- "اگر کوئی خدا کے خیال سے بے انصافی کے باعث دکھ اٹھا کر تکلیفوں کی برداشت کرتے تو پسندیدہ ہے اس لئے کہ اگر تم نے گناہ کر کے مکے کھائے اور صبر کیا تو کونسا فخر ہے؟ ہاں اگر نیکی کر کے دکھ پاتے اور صبر کرتے تو یہ خدا کے نزدیک پسندیدہ ہے۔
- (۱ پطرس ۲، آیت ۱۹ تا ۲۰)۔
- "جو کوئی اپنے آپ کو بڑا بنائیگا وہ چھوٹا کیا جائیگا۔ اور جو اپنے آپ کو چھوٹا بنائیگا وہ بڑا کیا جائے گا۔" (متی ۲۳، آیت ۱۲)۔
- "ننانوے راستبازوں کی نسبت جو توبہ کی حاجت نہیں رکھتے ایک توبہ کرنے والے گنہگار کی بابت آسمان پر زیادہ خوشی ہوگی۔" (لوقا ۱۵، آیت ۷)۔
- "جہاں گناہ زیادہ ہوا وہاں فضل اس سے بھی نہایت زیادہ ہوا۔" (رومیوں ۱۵، آیت ۲۰)۔
- "خداوند یہوواہ فرماتا ہے کہ مجھے اپنی حیات کی قسم ہے کہ شریر کے مرنے میں مجھے کچھ خوشی نہیں بلکہ اس میں ہے کہ شریر اپنی راہ سے باز آئے اور زندہ رہے۔" (حزقیل ۳۳، آیت ۱۱)۔
- "حکیم تندرستوں کو درکار نہیں بلکہ بیماروں کو میں راستبازوں کو نہیں بلکہ گنہگاروں کو بلانے آیا ہوں۔" (مرقس ۲، آیت ۱۷)۔
- "خدانے مجھ پر ظاہر کیا کہ میں کسی آدمی کو نجس یا ناپاک نہ کہوں۔" (اعمال ۱۰، آیت ۲۸)۔

- "محصول لینے والے اور کسبیاں تم سے پہلے خداوند کی بادشاہت میں داخل ہوتی ہیں۔"(متی ۲۱،آیت ۳۱)۔

الغرض اگر مذکورہ بالا عبارات کو ملحوظ رکھا جائے تو آنخداوند کی بے لوث زمینی زندگی کے متعلق کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہ سکتا۔اوران بیانات کی روسے نہ صرف ثابت ہوتا ہے کہ یسوع ہی وہ "مسیح بادشاہ موعود" ہے جس کی روحانی بادشاہی کا کبھی آخر نہ ہوگا۔بلکہ یہ بھی مبرہن ہوتا ہے کہ آنخداوند کے سوا اور کوئی شخص ان پیش خبریوں کے مفہوم کا حقیقی مصداق ٹھہر نہیں سکتا۔

جسمانی عقل کے مطالبات

پس روحانی حقیقتوں کے سمجھنے کے لئے محض جسمانی عقل پر تکیہ کرنا کسی طرح بھی درست نہ ہوگا۔اور جبکہ مرزائی صاحبان بھی اس امر واقعی کا انکار نہیں کرسکتے کہ انبیاء اور مقدسین عموماً ظاہری طور پر پستی اور ذلت کی حالت میں رہے۔ ٹھٹھوں میں اڑائے گئے۔اور بعض بحالت بیچارگی و بیکسی شہید بھی ہوئے تو ایسے لوگوں کو وہ کونسی جسمانی عقل کی بنا پر ذی مرتبت اور کامیاب انسان قرار دے سکتے ہیں؟ کیا جسمانی عقل کی روسے وہی شخص عالی مرتبہ ثابت نہ ہوگا؟ جو کہ

۱۔ دینوی علوم وفنون میں یکتا ہو۔

۲۔ جسمانی شکل وصورت اورڈیل ڈول کے لحاظ سے نہایت وجیہہ ہو۔

۳۔ پرلے درجہ کا بہادر۔زبردست پہلوان اور بڑاہ جنگجو شخص ہو۔

۴۔ کل روئے زمین کے باشندوں کو مغلوب کرکے اکیلا ان پر مسلط وحکمران ہو۔

۵۔ ظاہری تہذیب کے لحاظ سے وہ ایسا بے عیب ہو کہ کوئی شخص کسی طرح بھی عیب ونقص اس کی طرف منسوب نہ کرسکے۔اور اس کی قدرت وشوکت۔جاہ وجلال کا ہرکس وناکس پر ایسا رعب طاری ہو کہ کسی شخص کو اس کی تحقیر یا کسی کی کسرِ شان کی مجال نہ ہو۔

۶۔ اس کی پرہیزگاری کی نمائش کا یہ عالم ہو کہ وہ ہر ایک گنہگار کی شکل وصورت سے بیزار دکھائی دے۔اور ہر گنہگار کے سایہ تک سے نفرت کرے۔بلکہ اس کا ذکر کرنے یا سننے تک کا روادار نہ ہو کسی گنہگار کو کبھی اور کسی صورت میں بھی اس تک پہنچنے اور اس سے دوچار ہونے کی جرات ہوسکے۔

۷۔ اس کے کل نسب نامہ سے ہر ایک انسان[1] پورے طور پر واقف ہو اور اس کے بزرگوں سے ہر ایک مرد اور عورت کی زندگی کے سب چھوٹے بڑے واقعات وحالات سے آگاہ ہو۔اور باایہمہ ان میں سے کسی ایک میں بھی کسی طرح کا کوئی عیب ونقص نہ پایا جائے۔تاکہ قادیانی منطق کے مطابق اس کا خاندان نہایت پاک اور مطہر "ثابت ہوسکے جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا اور ورنہ "جدی مناسبت درمیان" ہونے کا احتمال باقی رہیگا اور نبوت وعصمت اور قادیانی پرہیزگاری کا یقین باطل ٹھہریگا۔

[1] کیونکہ مرزائی مسلمات کے مطابق نبی کی صداقت وعصمت پر یقین لانا ہر ایک انسان پر فرض ہے۔ منہ

مرزائی صاحبان کی بے انصافی

پس اگر مرزائی صاحبان کے نزدیک مذکورہ بالا علامات سے ہی کسی نبی یا مقدس کی صداقت اور پرہیزگاری کی جانچ ہوسکتی ہو تو یہ ہم تسلیم کرلیتے ہیں کہ ان علامتوں کے روسے بیشک بائبل مقدس کے مقدسین وانبیاء موئد ومامور من اللہ ثابت نہیں ہوسکتے۔ مگر ہم ساتھ ہی یہ بھی عرض کردینے سے باز نہیں رہ سکتے کہ ان علامات کے روسے مرزائی صاحبان بھی اپنے کسی مسلمہ نبی یا رسول کی صداقت وپرہیزگاری ثابت کرنے سے تاابدعہد برآ نہیں ہوسکتے لیکن اگر مرزائی صاحبان امر واقعی کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان علامات کو غلط قرار دیں تو ہم ان سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ پھر کیوں آپ لوگ کلمۃ اللہ کی مخالفت میں ایسے غیر منصفانہ اعتراضات پیش کرتے ہیں کہ اسے ٹھٹھوں میں اڑایا گیا۔ دارپر کھینچا گیا وغیرہ ذالک؟ اور کیوں مرزا صاحب قادیانی نے آنخداوند کے نسب نامہ کے متعلق تمسخرانہ انداز میں یہ اعتراض پیش کرنے کی جرات کی کہ

"آپ کا خاندان نہایت پاک اور مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں۔ الخ"۔

اور کیوں انہوں نے ایک گنہگار عورت کے نہایت عجز وانکسار کے ساتھ اپنے گناہوں پر پشیمان ہوکر بطور شکستہ دلی کے اظہار کے منجئی گنہگاراں کے پاؤں کو آنسوؤں سے بھگونے اور بطور اظہار عقیدت کے ان پر عطر ڈالنے اور بطور اظہار عجز ونیاز کے اپنے سر کے بالوں سے پونچھنے کے واقعہ پر ہتک آمیز مبالغہ کا رنگ چڑھا کر اس مکروہ صورت میں پیش کیا کہ

کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقعہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگادے بلکہ انہوں نے کلمۃ اللہ کے برخلاف اپنے معاندانہ جذبات کا اظہار اس غلو کے ساتھ کیا کہ اس واقعہ کو وہ جس قدر انتہائی گھنونی صورت میں توڑ مروڑ کر پیش کرسکتے تھے اسی میں پیش کرنے کے لئے اپنی طرف سے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور یہاں تک لکھدیا کہ کھلے طور پر دوسروں کی عورتوں[1] کو دیکھنا جائز رکھ کر آپ ایک بدکار کنجری سے اپنے سر پر حرام کی کمائی کا تیل ڈلوا کر اور اس کو یہ موقعہ دیکر کہ وہ اس کے بدن سے بدن لگادے[2] (انجام آتھم صفحہ ۳۸)۔ پس کلمۃ اللہ کے برخلاف ایسی بے بنیاد افتراپردازی کسی خداترس منصف مزاج اور حقیقی پرہیزگار انسان سے یقیناً مستبعد ہے۔

---

[1] مرزا صاحب کی دیانتداری اور ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ ایک طرف تو جس یونانی لفظ کا صحیح ترجمہ "بد چلن عورت" کیا گیا ہے۔ باوجود یونانی زبان سے نابلد محض ہونے کے کبھی اس کا ترجمہ "جوان کنجری" اور کبھی "بدکار کنجری" کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف دوسروں کی عورتوں کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اور پھر بغیر کسی واقعہ کا حوالہ دیئے منجی جہان کی عداوت کے جذبات کے زیر اثر اس بے بصری سے کام لیتے ہیں کہ آنخداوند کے ان الفاظ کو بالکل نظر انداز کردیتے ہیں کہ "میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جس کسی نے بری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کرچکا پس اگر تیری دہنی آنکھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اسے نکال کر اپنے پاس سے پھینک دے۔ کیونکہ تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ تیرے اعضا میں سے ایک جاتا رہے اور تیرا سارا بدن جہنم میں نہ ڈالا جائے۔" (متی ۵، آیت ۲۸ تا ۲۹)۔ کیا دوسروں کی عورتوں کو دیکھنا جائز رکھنے کے خیال کا اظہار ایسے ہی الفاظ میں کیا جاتا ہے۔

[2] مرزا صاحب قادیانی نے "بدن سے بدن لگانے" کا قابل نفرین محاورہ آنخداوند کے متعلق دیدہ دانستہ استعمال کرکے اپنے مخالفانہ جذبات کے اظہار کو حد کمال تک پہنچادیا جس سے کسی گھنونی طبعیت کے مخالف مسیح کو آنخداوند کے بارہ میں گندے سے گندے نتائج اخذ کرنے کا بھی موقع مل جائے اور اگر کوئی یہ پوچھ لے کر "بدن سے بدن لگانیکا موقعہ" دینے کا کہاں ذکر ہے تو یہ جواب بھی دیا جاسکے کہ چونکہ سر کے بال اور پاؤں بھی بدن کا حصہ ہوتے ہیں اس لئے اگر ہم نے بطور دلالت تضمنی کے بدن کے حصوں پر بدن کے لفظ کا اطلاق کردیا تو کونسا غضب ہوگیا۔

کیا کسی نبی یا پرہیزگار انسان کے لئے

ضرور ہے کہ اس کے آباؤاجداد میں کبھی کوئی گنہگار نہ ہو گزرا ہو؟

اب ہم مرزائی صاحبان سے یہ پوچھتے ہیں کہ کہ اگر سیدنا مسیح کے نسب نامہ میں گنہگار عورتوں کا وجود آنخداوند کی نیکی اور پرہیزگاری کے منافی ہے تو آپ لوگ جو ہر ایک نبی کو معصوم عن الخطا مانتے ہیں کیا مرزا صاحب کے اس استدلال کے مطابق ہر ایک نبی کے متعلق یہ ثبوت بہم پہنچا سکینگے کہ آپ کے مسلمہ انبیاء میں سے کسی بھی نبی کے آباؤاجداد میں کبھی کوئی شخص گنہگار نہیں گذرا؟ تاکہ اس نرالی مرزائی منطق کے مطابق اس پہلو سے ہر ایک نبی کی عصمت پایہ ثبوت کو پہنچ سکے اور کیا ہر ایک نبی کی تصدیق سے پہلے یہ یقین حاصل کر لینا ضروری امر ہے کہ اس کی کل دادیوں اور نانیوں بلکہ دادوں اور نانوں کی زندگی کے حالات واقعات سے بکلی واقفیت حاصل کر کے یقینی طور پر یہ معلوم کرے کہ ان میں سے کسی کے بزرگوں میں سے کبھی کوئی فرد گنہگار نہیں ہو گذرا؟ اور پھر جس شخص کا یقینی طور پر نسب نامہ ہی معلوم نہ ہو اس کو نبی کیونکر یقین کیا جاسکیگا؟ پس جبکہ مرزائی صاحبان کسی نبی کے بارے میں تاابد ایسا ثبوت بہم پہنچا نہیں سکتے تو پھر آنخداوند کی پرہیزگاری کے برخلاف ایسے غیر معقول اور بھونڈے خیال کی بنا پر اعتراض کرنا کیونکر حق بجانب ٹھہر سکتا ہے؟

خدا کی بادشاہت میں جسمانی نسب ناموں کو دخل نہیں

کلامِ مقدس کی روسے تو خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کے ساتھ جسمانی نسب ناموں کا کوئی تعلق ہی نہیں۔ اس کے ثبوت میں ہم چند آیات بنظر اختصار پیش کرتے ہیں "جو جسم سے پیدا ہوا ہے جسم ہے اور جو روح سے پیدا ہوا ہے روح ہے۔" (یوحنا ۳، آیت ۶)۔

- "گوشت اور خون خدا کی بادشاہت کے وارث نہیں ہو سکتے اور نہ فنا بقا کی وارث ہو سکتی ہے۔" (۱ کرنتھیوں ۱۵، آیت ۵۰)۔
- "جسمانی فرزند خدا کے فرزند نہیں بلکہ وعدہ کے فرزند سے نسل گنے جاتے ہیں" (رومیوں ۴، آیت ۸)۔
- "جتنوں نے اسے قبول کیا اس نے انہیں خدا کے فرزند بننے کا حق بخشا یعنی انہیں جو اس کے نام پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ نہ خون سے نہ جسم کی خواہش سے بلکہ خدا سے پیدا ہوئے۔" (یوحنا ۱۔ آیت ۱۲ تا ۱۳)۔
- "جتنے خدا کے روح کی ہدایت سے چلتے ہیں وہی خدا کے بیٹے ہیں۔" (رومیوں ۸، آیت ۱۵)۔
- "کیونکہ تم فانی تخم سے نہیں بلکہ غیر فانی سے خدا کے کلام کے وسیلے جو زندہ اور قائم ہے نئے سرے سے پیدا ہوئے ہو۔" (۱۔ پطرس ۱، آیت ۲۳)۔
- "جب تک کوئی نئے سرے سے پیدا نہ ہو وہ خدا کی بادشاہت کو دیکھ نہیں سکتا (یوحنا ۳، آیت ۳)۔
- "وہ یہودی نہیں جو ظاہر کا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ بلکہ یہودی وہی ہے جو باطن کا ہے۔ (متی ۲، آیت ۲۸ تا ۲۹)۔
- "اگر تم مسیح کے ہو تو ابراہیم کی نسل اور وعدے کے مطابق وارث ہو۔" (گلتیوں ۳، آیت ۲۹)۔

- "ان کہانیوں اور بے انتہا نسب ناموں پر لحاظ نہ کریں جو تکرار کا باعث ہوتے ہیں۔اور اس انتظام الہٰی کے موافق نہیں جو ایمان پر مبنی ہے۔"(ا تمتھیس ا۔آیت ۴)۔
- "بیوقوفی کی حجتوں اور نسب ناموں سے۔۔۔۔۔۔۔۔پرہیز کرو اس لئے کہ یہ لاحاصل اور بے فائدہ ہیں۔"(طیطس ۲،آیت ۹)۔

لیکن اگر مرزائی صاحبان نسب نامہ کے متعلق اعتراض کرنا چاہیں تو ہم ان سے یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہونگے کہ پہلے اپنے کسی مسلمہ نبی[1] کا صحیح اور کامل نسب نامہ پیش کرکے اس کے آباؤاجداد کی عصمت ثابت کردکھاؤ۔تب آنخداوند کے نسب نامہ پر حرفگیری کی جرات کرو۔

جسمانی زناکاری سے روحانی زناکاری بدتر فعل ہے

مرزائی صاحبان نے غالباًاس امر پر کبھی غور نہیں کیا کہ جسمانی زناکاری کی بہ نسبت روحانی زناکاری یعنی شرک اور بت پرستی کہیں زیادہ مکروہ اور خدا کے حضور قابل نفرت فعل ہے۔کلام مقدس میں شرک اور بت پرستی کو روحانی زناکاری سے تعبیر کیا اور خدا تعالیٰ کے حضور نہایت ہی قابل نفرت فعل قرار دیا گیا ہے(یرمیاہ ۳،آیت ا و ۲ و ۶ و ۹۔۲۰۔آیت ۵ تا ۷۔۱۱۔آیت ۱۷)۔حزقی ایل ۲۳،آیت ۳ و ۷ و ۳۰ وغیرہ)۔یہ از روئے عقل بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ جسمانی زناکاری کی بہ نسبت روحانی زناکاری کہیں زیادہ مذموم فعل ہے۔کیونکہ جسمانی زناکاری میں کوئی عورت یا مرد کسی اجنبی کے ساتھ وہ جسمانی تعلقات قائم کرتا ہے جس کے ساتھ عقد مناکحت باندھا گیا اور اس جوڑے سے جس سے اس نے عہد باندھا ہے بیوفائی کرتا ہے جب تک موت یا طلاق واقع ہوکر اس عہد سے بری نہ ٹھہرے مگر روحانی زناکاری میں ایک انسان اپنے خالق اور حقیقی مالک سے منہ موڑ کر اور اس سے بیوفائی کرکے کسی غیر اللہ سے اپنا رشتہ جوڑتا اور خالق ومالک کے مختص حق کا انکار کرکے عہد الست کو توڑ دیتا ہے۔پس ظاہر ہے کہ پہلی قسم کی بیوفائی کے مقابل دوسری قسم کی بیوفائی اس قدر بدترین ہے کہ جس سے زیادہ کا امکان ہی نہیں کیا جاتا۔اور از روئے اسلام بھی شرک سب سے بُرا اور ناقابل معافی گناہ ہے جیسے کہ قرآن شریف سے ظاہر ہے کہ:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ

"یعنی اللہ یہ نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک مقرر کیا جائے اور اس کے سوا جس کو چاہے بخش دیتا ہے۔(سورہ نساء آیت ۱۱۵ رکوع ۷)۔

اور حدیث سے بھی یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ جسمانی زناکاری کے مقابل شرک کا گناہ کہیں زیادہ ہے۔"من مات من أمتك لا يشرك بالله شيئا دخل الجنة، أو لم يدخل النار، قال: وإن زنى وإن سرق ۔"یعنی بخاری میں ابوذر سے روایت ہے کہ آنخضرت نے فرمایا کہ جو میری امت میں اس طرح پر مریگا کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے تو وہ بہشت میں داخل ہوگا اگرچہ وہ زانی اور چور

---

[1] شاید کوئی مرزائی صاحب یہ کہدیں کہ جس نبی کا نسب نامہ معلوم ہو اس کے آباواجداد میں سے جن افراد کے حالات کا ہمیں پتہ نہیں اورجن کے گناہ سے ہم واقف نہیں ان پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا ۔کیونکہ جسمانی عقل کے روسے بدی معیوب نہیں بلکہ بدنامی بری ہے مگر اس لچر تاویل سے انکی بیگناہی کا یقین حاصل ہوسکتا ہے۔

ہو۔"(مشارق الانوار حدیث ۱۷۲)۔اور اسی مضمون کی صیحین کی ایک متفق علیہ حدیث بھی ہے۔(دیکھو مشارق الانوار حدیث ۱۶۴۵)۔پس لامحالہ شرک اور بت پرستی جو روحانی زناکاری ہے وہ ازروئے عقل وایمان جسمانی زناکاری سے کہیں زیادہ خداتعالیٰ کے حضور قابل نفرت بلکہ ناقابل معافی ہے اور جب کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ جیسے عظیم الشان نبی اور ایمانداروں کے باپ کے متعلق مرزائی صاحبان انکار نہیں کر سکتے کہ ان کا باپ مشرک تھا اور دیگر انبیاء کے آباؤاجداد کا مشرک ہونا ثابت ہے اور باایہمہ وہ ان کی عصمت اور پرہیزگاری کے قائل ہیں تو پھر وہ کس منہ سے کلمۃ اللہ کے نسب نامہ پر اعتراض کرکے اس کی بدپرہیزی کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟تلکہ اذاً قھمتہ ضیئزی۔

اعتراض نہیں بلکہ عامیانہ گالی

مرزا صاحب قادیانی کے آنخداوند کی تین دادیوں اور نانیوں کو زناکار اور کسبی عورتیں قرار دینے کو کسی طرح پر معقول اعتراض نہیں کہا جاسکتا۔بلکہ یہ صرف مخالفانہ طبعیت کا اظہار اور نری دشنام دہی ہے۔چنانچہ آپ کی نیت کا فتور اس بات سے ہی ظاہر ہے کہ اگرچہ الٰہی شریعت کے روسے زناکاری جیسے عورتوں کے لئے معیوب ہے ویسی ہی مردوں کے لئے بھی ہے۔نیز سلسلہ ءنسب میں مرد بہرحال عورتوں پر مقدم ہونے چاہئیں۔مگر باایہمہ آپ نے زناکار مردوں یعنی دادوں اور نانوں کا ذکر چھوڑ کر صرف عورتوں کے برخلاف زبان تشنیع دراز کرنا ہی پسند کیا ہے۔کیونکہ نفسانی لوگوں کے نزدیک مرد کا گناہ باعث شرم نہیں بلکہ عورت کا گناہ ہی شرمناک سمجھا جاتا ہے۔پس یہ کوئی اعتراض نہیں۔بلکہ دراصل مرزا صاحب نے آنخداوند کو ویسی ہی عامیانہ گالی دی ہے جیسے کہ پنجاب کے دیہاتی اور بالخصوص ضلع گورداسپور کے گنوار غصے کی حالت میں اپنے مقابل کو اکثر دادی اور نانی کی گالی دینے کے عادی ہیں۔

مرزا صاحب مخالف مسیح

پھر اس کے بعد" کنجریوں سے میلان اور صحبت "کا ذکر آپ کو اس لئے کرنا ضروری معلوم ہوا کہ آنخداوند کی اہانت کے میدان میں آپ یہودیوں سے بھی گوئے سبقت لے جائیں۔عام طور پر تین ہی قسم کے عیاش اور بدترین اخلاق بدکردار مشہور ہیں۔یعنی شرابخوار، قمارباز اور رنڈی باز، اب خداوند مسیح کی عزت افزائی کے بارہ میں مرزا صاحب قادیانی کی مذہبی غیرت کے زیر اثر مجددانہ کارستانی ملاحظہ ہو۔کہ آپ نے **وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ** کو ان تینوں شرمناک برائیوں کا مرتکب ٹھہرانے کی غرض سے انجیلی بیانات کو قادیانی الفاظ کا لباس پہنا کر اور حسب ضرورت صریح جھوٹ اور افترا سے بھی دریغ نہ کرکے اپنی طرف سے دینی غیرت کا ثبوت دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ :

"جس نے شرابخواری اور قماربازی اور کھلے طور پر دوسروں کی عورتوں کو دیکھنا جائز[1] رکھ کر بلکہ آپ ایک بدکار کنجری سے اپنے سر پر حرام کی کمائی کا تیل ڈلوا کر اور اس کو یہ موقع دیکر کہ وہ اس کے بدن سے بدن لگائے۔"(انجام آتھم صفحہ ۳۸)۔

---

[1] یہ قادیانی چالبازی کا ایک ادنےٰ کرشمہ ہے۔ کہ مکروہ تین برائیوں کی فہرست گناہ کر پھر اس کو"جائز رکھ کر" کے گول مول الفاظ سے ڈھانک دیا تاکہ اگر کوئی گرفت کرے تو چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے ہرطرح کی حیلہ سازی کی راہ نکل سکے ۔ منہ

حالانکہ بد باطن یہودیوں کے الزامی الفاظ کے سوا ہماری انجیل مقدس میں کسی ایک جگہ بھی آنخداوند کے شراب پینے کا کوئی واقعہ تو کیا ذکر تک موجود نہیں۔ اور نہ آنخداوند کا کوئی ایسا قول ہی منقول ہے کہ جس میں اس نے دوسروں کے لئے ہی شرابخواری کو جائز رکھا ہو۔ چہ جائیکہ وہ شرابخواری یعنی شراب پینے کی عادت میں خود مبتلا ہو۔ یا دوسروں کے لئے اس نے اس عادت کو جائز رکھا ہو۔ اور اگر مرزا صاحب کے اس بہتان کی بنیاد پانی کو مے بنانے کے معجزانہ واقعہ پر ہو تو

۱۔ کیا مرزائی صاحبان موسوی شریعت سے کوئی ایسا صاف اور صریح حکم دکھا سکتے ہیں جس کے رو سے قانائے گلیل کی شادی کے واقعہ تک شراب کا ہر حالت میں قطعاً ممنوع ہونا ثابت ہو سکے؟ ورنہ بغیر ایسے شرعی حکم کی موجودگی کے کسی بیسویں صدی عیسوی کے اسلامی مجدد کا موسوی شریعت کے پیروؤں پر اعتراض کرنا کہاں کی ایمانداری ہے؟

۲۔ یہ بھی یاد رہے کہ وہ معجزانہ مے کسی کلاری کی بھٹی کی کشید کردہ شراب نہ تھی جسے آنخداوند نے کہیں سے لا کر پیش کر دیا۔ بلکہ اس وقت خدا تعالیٰ کی قدرت سے پانی ہی معجزانہ طور پر مے میں مبدل ہو گیا تھا۔ پس یا تو اس واقعہ کی ہی صحت کا انکار کر کے شرابخوار کو جائز رکھنے کا الزام واپس لو۔ ورنہ اس معجزانہ مے (شراباً طہورا) کو مرزا صاحب کی مزعومہ قابل اعتراض شراب فرض کر لینے سے خود ذات الہٰی پر یہی ایراد وارد ہو گا۔ جس کے ارادہ و قدرت سے وہ معجزہ ظہور پذیر ہوا اور متعلقہ لوگوں کی حاجت براری کے لئے پانی مبدل بہ مے ہو گیا تھا۔

۳۔ صرف اس ایک معجزانہ واقعہ کی بنا پر کوئی نیک نیت اور منصف مزاج انسان کسی بدترین قسم کی غلط فہمی کا شکار ہو کر بھی آنخداوند کو شرابخوار یا شراب پینے کی عادت کو جائز رکھنے والا قرار نہیں دے سکتا۔

پھر آنخداوند کے متعلق قمار بازی کا اتہام تو بد طینت یہودیوں کو بھی نہ سوجھا۔ یہ کلمۃ اللہ کی مخالفت اور اہانت کی مساعی میں یہودیوں کو بھی مات کرنے والا مرزا صاحب کا اپنا مجددانہ بلکہ مفتریانہ اضافہ ہے۔ اور شرابخواری اور قمار بازی کا اضافہ بلیغ غالباً آپ کو اس لئے سوجھا ہے کہ آنخداوند کی مفروضہ عیاشی کے قادیانی قصیدہ کی بلاغت کے کمال میں کوئی درجہ باقی نہ رہ جائے۔ اس کے متعلق ہم مرزائی صاحبان سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ:

۱۔ کس صورت میں آنخداوند کے قمار بازی کو جائز رکھنے کا مرزا صاحب کو یقین حاصل ہوا؟

۲۔ کب آنخداوند نے خود قمار بازی کی یا دوسروں کو قمار بازی کی تعلیم دی؟

۳۔ کس کس کے ساتھ قمار بازی کی اور اس میں کس قدر جیتا یا کیا کچھ ہرا دیا؟

اور کھلے طور پر دوسروں کی عورتوں کو دیکھنا جائز رکھنے کا اعتراض صرف اسی صورت میں کس قدر قابل تسلیم ہو سکتا ہے جبکہ یہ ثابت ہو جائے کہ اس وقت موسوی شریعت کے مطابق تو دوسروں کی عورتوں کی شکل دیکھنا بھی قطعاً حرام تھا مگر آنخداوند نے اس کو جائز رکھا۔ ورنہ کسی عورت پر "بری خواہش سے نگاہ کرنے" کے برخلاف آنخداوند کے صاف اور صریح حکم سے کسی طرح بھی مرزا صاحب چشم پوشی نہ کر سکتے تھے۔ لیکن درحالیکہ موسوی شریعت میں عورتوں کو چار دیواری کے اندر بند رکھنے اور کسی اشد ضرورت سے باہر نکالتے وقت برقعہ کے ساتھ از سرتاپا ڈھانپ دینے کے احکام کا نام و نشان تک نہیں پایا جاتا۔ اور نہ ان دنوں فلسطین میں عورتوں کو چار دیواری میں بند رکھنے یا برقعہ اڑھانے کا رواج ہی تھا۔ اور ازیں جہت بغیر اندھے یا کسی ایسے شخص کے جو کسی عورت کو دیکھنے سے پہلے ہی اپنی آنکھیں موندھ لینے کی مشق نہ کر لے اور کسی شخص کے لئے دوسروں کی عورتوں کی شکل دیکھنے سے بچے رہنا ممکن ہی نہ تھا۔ تو مرزا صاحب کا کسی معمولی واقعہ کو کھلے طور پر دیکھنا جائز رکھ کر" کے کائدانہ الفاظ میں چھپا کر آنخداوند کے برخلاف خواہ مخواہ کے بیہودہ اعتراضات گھڑ لینا عقل و ایمان کے رو سے کیونکہ جائز ہو سکتا ہے؟ پس یہ امر واقعی قبول کرنا پڑیگا کہ درحقیقت مرزا صاحب اپنی دینی غیرت

کے جوش میں عقل وایمان سے دیدہ دانستہ آنکھیں پھیر کر ہر ممکن صورت میں انجیل مقدس کے الفاظ کو بگاڑ کر شرابخواری اور قمار بازی کے ساتھ تیسری اور آخری شرمناک برائی بھی آنخداوند کے سر تھوپنے پر تلے ہوئے تھے تاکہ مسیح کی عزت افزائی کے باب میں کوئی ارمان آپ کے دل میں باقی نہ رہ جائے۔اور آپ کا یہ بیان بھی اسی کوشش میں تمہیدی قدم ہے۔ چنانچہ آپ نے ایک قدم اور آگے بڑھا کر یہ لکھ مارا کہ :

"آپ ایک بدکار کنجری سے اپنے سر پر حرام کی کمائی کا تیل ڈلوا کر"۔

اور اگرچہ اس مہم میں آپ کو موزون الفاظ گھڑنے میں بڑی دقت کا سامنا تھا۔ گو آفرین! آپ کی مردانہ ہمت!! اور مفتریانہ عقل پر!! کہ آپ نے کسی طرح جوڑ توڑ لگا کر ایسے الفاظ گھڑ ہی لئے جن سے آپ کا مطلب بھی بر آئے اور انہیں انجیل مقدس کے بیان سے منسوب بھی کر سکیں۔ چنانچہ انجیلی بیان میں آپ کو بدچلن عورت کا لفظ شائد اس لئے پسند نہ آیا کہ اس سے آنخداوند پر صرف زناکاری کا الزام اتہام لگ سکتا تھا۔ اگر آپ شرابخواری اور قمار بازی کے لازمہ کے طور پر اس کو تیسری خاص شرمناک برائی سے متہم کرنا چاہتے تھے۔اس لئے آپ نے بیک جنبش قلم "بدچلن عورت" کو کنجری بنا ڈالا۔ کیونکہ آپ کو اس کا معمولی بازاری عورت یا کسبی ہونا نہیں بلکہ خاندانی طور پر کنجری ہونا ہی مطلوب تھا۔ پھر اس خیال سے کہ مبادا! لوگ پنجاب کی بعض کنجریوں کی مثال دیکر یہ نہ کہدیں کہ شائد وہ صرف گانے کا کام کرتی ہو گی۔ آپ نے اس پر لفظ "بدکار" کا اضافہ کر دیا۔اور صرف اسی قدر تشریح کو کافی نہ سمجھ کر کسی اور مصلحت کو ملحوظ رکھتے ہوئے دوسری جگہ اس بدکار کنجری کو "جوان" بنا دکھایا۔اور چونکہ پاؤں پر عطر ڈالنے کے الفاظ آپ کی مطلب برآری کے لئے موزوں نہ تھے اس لئے آپ نے "پاؤں" کے لفظ کو "سر" میں تبدیل کر دیا۔اور سر پر عطر ڈلوانا بے معنی ٹھہرانے کے اندیشہ سے آپ نے عطر کو تیل میں بدل ڈالا۔اور الہامی نگاہ سے انیس صدی بعد قادیان میں بیٹھے بٹھائے اس "بدکار جوان کنجری" کے پرائیوٹ بہی کھاتہ کی جانچ پڑتال کر کے آپ نے یہ یقین بھی حاصل کر لیا کہ وہ تیل ضرور حرام کی کمائی کا ہی تھا۔اور پھر یہ واقعہ بھی کسی فریسی کے گھر کا نہ تھا جیسا کہ انجیل مقدس کا بیان ہے۔(لوقا ۷، آیت ۳۶ تا ۵۰) بلکہ مرزا صاحب نے کشفی حالت میں۔

"حضرت مسیح کا کسی فاحشہ کے گھر میں چلے جانا اور اس کا عطر پیش کردہ جو حلال وجہ سے نہیں تھا استعمال کرنا۔

دیکھ لیا۔اور معاملہ یوں ٹھہرا کہ آنخداوند نے اس بدکار جوان کنجری کے گھر جا کر "آپ ایک بدکار کنجری سے اپنے سر حرام کی کمائی کا تیل" ڈلوایا۔ پھر اتنے پر بس نہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب کے دل میں اس سے کہیں زیادہ آنخداوند کی عزت افزائی کا خیال موجزن تھا۔ مگر آپ جو کچھ اس سے زیادہ کہنا چاہتے تھے اس کو کھلے الفاظ میں پیش کر دینے سے آپ کو کوئی خاص مصلحت مانع ہوئی۔اس لئے اپنے غیر معمولی ذہن رسا سے کام لے کر صرف تھوڑی سی لفظی تبدیلی کے ساتھ بطور کہنا یہ کہ اپنا مافی الضمیر پیش کر دینے ہی پر اکتفا کیا اور سر کے بالوں سے پاؤں پونچھنے کے بیان کو "بدن سے بدن" لگانے کا موقعہ دینے کا لباس پہنا کر باقی جو کچھ آپ کہنا چاہتے تھے اس کے متعلق اپنے ہمسایوں کو ایک دوسرے مقام پر بدیں الفاظ خبردار کر دیا۔

"سمجھنے والے سمجھ لیں۔ کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے؟ (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷)۔

پس اس سارے بیان کو بغور پڑھ چکنے کے بعد کوئی نکتہ سنج انسان یہ کہنے کی ہر گز جرات نہیں کر سکتا کہ آنخداوند کو تینوں شرمناک برائیوں سے دامن آلود ٹھہرانے میں مرزا صاحب نے اپنی طرف سے کوئی کسر باقی رکھی۔ یا آپ نے مخالف مسیح کے فرائض کی انجام دہی میں کس طرح کوتاہی کی۔

اس واقعہ پر اعتراض کنندہ مرزا صاحب کے نزدیک خبیث اور شیطان کا ہمجنس ہے

طرفہ یہ کہ بمصداق "در غگو را حافظہ نباشد" جس واقعہ کی بناپر مرزا صاحب قادیانی نے ایسے مکروہ اور قابل نفرین الفاظ میں آنخداوند کی اہانت کی ہے اسی واقعہ کے معترض کو آپ بقلم خود "خبیث" اور "شیطان" کی فطرت کے موافق اس پلید کا مادہ اور خمیر "لکھ چکے ہیں۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ "یاد رہے کہ اکثر ایسے اسرار دقیقہ بصورت اقوال وافعال انبیاء میں سے ظہور میں آتے رہے کہ جو نادانوں کی نظر میں سخت بیہودہ اور شرمناک کام ہے جیسا کہ ۔۔۔ حضرت مسیح کا کسی فاحشہ کے گھر جانا اور اس کا عطر پیش کردہ جو حلال وجہ سے نہیں تھا استعمال کرنا۔۔۔ پھر اگر کوئی تکبر اور خود ستائی کی راہ سے اس بناپر۔۔۔ حضرت مسیح کی نسبت یہ زبان پر لاوے کہ وہ طوائف کے گندہ مال کو اپنے کام میں لایا۔۔۔۔۔ تو ایسے خبیث کی نسبت اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اس کی فطرت ان پاک لوگوں کی فطرت سے مغائر پڑی ہوئی ہے اور شیطان کی فطرت کے موافق اس پلید کا مادہ اور خمیر ہے۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۴۷۸ وصفحہ ۴۷۹)۔

آنخداوند کی توہین کا سبب مرزا صاحب کی خاص نظرِ عنایت

اگرچہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنے دینی غیرت کے جوش میں غیر معمولی گرمی دکھا کر آنخداوند کو ان ساری مکروہ ترین بدکرداریوں کا مرتکب ٹھہرانے کی کوشش کی جو آپ کے ذہن میں آسکتی تھیں۔ اور اس گندی مدح سرائی میں آپ نے یہاں تک دریادلی سے کام لیا کہ کوئی بدی اور شرارت بھی جس کا کوئی بدترین اخلاقی گنہگار مرتکب ہو سکتا ہے وہی آپ نے آنخداوند پر چسپاں کرنے کی کوشش کی۔ مگر آپ کی یہ نظر عنایت صرف آنخداوند کے حال ہی مخصوص تھی۔ ورنہ دیگر مذہبی لیڈروں کے متعلق خواہ وہ ہندوؤں، پارسیوں اور چینیوں کے ہی کیوں نہ ہوں آپ کسی دوسرے "نیک اصول" کے پابند تھے۔ جیسا کہ آپ کے ذیل کے بیانات سے ظاہر ہے۔

"یہ اصول نہایت صحیح اور نہایت مبارک۔۔۔۔ ہے کہ ہم ایسے تمام نبیوں کو سچے نبی قرار دیں جن کا مذہب جڑ پکڑ گیا اور عمر پا گیا اور کروڑہا لوگ اس مذہب میں آگئے۔ یہ اصول نہایت نیک اصول ہے۔۔۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جو لوگ کسی مذہب کے پابندوں کو ایک ایسے شخص کا پیرو خیال کرتے ہیں جو ان کی دانست میں دراصل کاذب اور مفتری ہے تو وہ اس خیال سے بہت سے فتنوں کی بنیاد ڈالتے ہیں۔ اور وہ ضرور توہین کے جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور اس نبی کی شان میں نہایت گستاخی کے الفاظ بولتے ہیں۔ اور اپنے کلمات کو گالیوں کی حد تک پہنچاتے ہیں۔ اور صلحکاری اور عامہ خلائق کے امن میں فتور ڈالتے ہیں۔ حالانکہ یہ خیال ان کا بالکل غلط ہوتا ہے اور وہ اپنے گستاخانہ اقوال میں خدا کی نظر میں ظالم ہوتے ہیں۔۔۔۔ پس یہ اصول نہایت پیارا اور امن بخش اور صلحکاری کی بنیاد ڈالنے والا اخلاقی حالتوں کو مدد دینے والا ہے کہ ہم ان تمام نبیوں کو سچا سمجھ لیں۔ جو دنیا میں آئے۔ خواہ ہند میں ظاہر ہوئے یا فارس میں یا چین میں یا کسی اور ملک میں۔ اور کہ خدا نے کروڑہا دلوں میں ان کی عزت اور عظمت بٹھادی اور ان کے مذاہب کی جڑ قائم کر دی۔ اور کئی صدیوں سے وہ مذہب چلا آیا۔ یہی اصول ہے جو قرآن نے ہمیں سکھلایا۔ اسی اصول کے لحاظ سے ہم ہر ایک مذہب کے پیشوا کو جس

کی سوانح اس تعریف کے نیچے آگئی ہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔۔۔۔پس ایسے عقیدہ والے لوگ جو قوموں کے نبیوں کو کاذب قرار دیکر برا کہتے رہتے ہیں۔ ہمیشہ صلحکاری اور امن کے دشمن ہوتے ہیں۔ کیونکہ قوموں کے بزرگوں کو گالیاں نکالنا اس سے بڑھ کر فتنہ انگیز اور کوئی بات نہیں۔ ۔۔۔اگر ہمیں کسی مذہب کی تعلیم پر اعتراض ہو تو ہمیں نہیں چاہیے کہ اس مذہب کے نبی کی عزت پر حملہ کریں اور نہ یہ کہ اس کو بُرے الفاظ سے یاد کریں۔ بلکہ چاہیے کہ صرف اس قوم کے موجودہ دستور العمل پر اعتراض کریں اور یقین رکھیں کہ وہ نبی جو خدا تعالیٰ کی طرف سے کروڑہا انسان میں عزت پا گیا اور صدہا برسوں سے اس کی قبولیت چلی آتی ہے۔ یہی پختہ دلیل اس کے منجانب اللہ ہونے کی ہے اگر وہ خدا کا مقبول نہ ہوتا تو اس قدر عزت پاتا۔۔۔۔سو جو مذہب دنیا میں پھیل جائے اور جم جائے اور عزت اور عمر پا جائے وہ اپنی اصلیت کے رو سے ہر گز جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ پس اگر وہ تعلیم قابل اعتراض ہے تو اس کا سبب یا تو یہ ہوگا کہ اس نبی کی ہدائتوں میں تحریف کی گئی ہے۔ اور یا یہ سبب ہوگا کہ ان ہدائتوں کی تفسیر کرنے میں غلطی ہوئی ہے۔ اور یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خود ہم اعتراض کرنے میں حق پر نہ ہوں۔" (تحفہ قیصریہ صفحہ ۶ و ۷)۔

"اسی لئے سچے کی اول علامت یہی ہے کہ خدا کی دائمی تائیدوں کا سلسلہ اس کے شامل حال ہو۔ اور خدا اس مذہب کے پودہ کو کروڑہا دلوں میں لگا دیوے اور عمر بخشے۔ پس جس نبی کے مذہب میں ہم یہ علامتیں پاویں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی موت اور انصاف کے دن کو یاد کرکے ایسے بزرگ پیشوا کی اہانت نہ کریں بلکہ سچی تعظیم اور سچی محبت کریں۔ (ایضاً صفحہ ۸)۔

مرزا صاحب کی تمام تصنیفات میں مسیح کی مخالفت

فی الحقیقت جب سے مرزا صاحب قادیانی نے اپنے دعویٰ مسیحیت کا کھلے الفاظ میں اعلان کیا اس کے بعد آپ نے کسی تصنیف میں (تحفہ قیصریہ کے سوا جس میں آپ نے کسی مصلحت سے اپنے عام طرز تحریر کے برخلاف آنخداوند کا ذکر اچھے الفاظ میں کیا) کبھی بھولے سے بھی آنخداوند کو کلمہ خیر کے ساتھ یاد نہیں کیا۔ بلکہ جہاں تک حالات نے اجازت دی آپ نے خوب دل کھول کر اس کی توہین کی۔ اور اگر عامہ مسلمین کے جوشِ غیرت کے بھڑک اٹھنے کا خوف دامنگیر نہ ہوتا تو آپ ضرور اس میدان میں اور بھی کھلے کھیلتے۔ مگر بامر مجبوری جو کچھ آپ دلی جذبات سے ناچار ہو کر لکھ چکے اس کی پردہ پوشی کے لئے بھی آپ کو عیسائیوں کے یسوع اور مسلمانوں کے عیسیٰ کو دو مختلف شخص قرار دینے کے پوچ حیلے میں پناہ ڈھونڈنی پڑی اور لکھنا پڑا کہ :

"مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالیٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا۔" (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۹)۔

"اور اگر کبھی اپنے اس طرز عمل کے برخلاف صاحب فراست مسلمانوں کے جوش غیرت کو کسی قدر ٹھنڈا کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے ناچار آنخداوند کے متعلق چند **کلمات المدح یشبہ بالذم** کے رنگ میں لکھ دینے کی کرم فرمائی کی مثلاً یہ کہ :

"مفسد اور مفتری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا۔ بلکہ مسیح تو مسیح میں تو اس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں۔۔۔۔بلکہ میں تو حضرت مسیح کی دونوں حقیقی ہمشیروں کو بھی مقدسہ سمجھتا ہوں۔۔۔۔اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگان قوم کے نہائت اصرار سے بوجہ حمل نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیونکر نکاح ہو گیا۔ اور بتول کے عہد کو کیوں توڑا گیا۔ اور تعدد ازدواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی۔۔۔۔مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آگئیں۔ اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے نہ قابل اعتراض۔" (کشتی نوح صفحہ ۱۶)۔

حالانکہ مسیحی اور اسلامی مسلمات کے رو سے نہ آنخداوند کا کوئی حقیقی بھائی یا حقیقی بہن ہو سکتی ہے (کیونکہ آنخداوند کا بغیر باپ کے پیدا ہونا مسلم ہے) اور نہ مرزا صاحب سے کسی کبھی مانس نے یہ مطالبہ ہی کیا تھا کہ آپ مسیح کے بھائی اور بہنوں کی عزت کیوں نہیں کرتے؟ نہ آپ نے ان کی کبھی بے عزتی کی ہی تھی (جیسی آنخداوند کی کرتے رہے) کہ جس سے لوگوں کے اس خیال کو دور کرنے کی ضرورت لاحق ہوتی۔ نہ آپ سے کسی نے یہ درخواست ہی کی تھی کہ مہربانی سے آپ ہمیں لوگوں کا اعتراض سنادیں! بلکہ دراصل "یہ سب مجبوریاں تھیں۔" جو مرزا صاحب کو "پیش آگئیں۔" ورنہ آپ کی نیت ہر گز مسیح کی عزت افزائی کی نہ تھی۔ چنانچہ اس اظہارِ عزت کے ضمن میں بھی آپ دبی زبان سے اور آخر میں کسی فرض معترض کے نام سے کھلے الفاظ میں ڈنک چلانے سے باز نہ آئے۔ اور بحالتِ مجبوری ایک اور پیرایہ میں آنخداوند کی شان کے متعلق اپنے گرے ہوئے خیالات کا اظہار کر ہی دیا۔ اور آپ کے یہ الفاظ اس امر پر دال صریح ہیں ان کے لکھتے وقت کسی خارجی مجبوری کے زیر اثر آپ کے قلم نے آپ کے دل کا ساتھ نہیں دیا۔

الغرض جب سے مرزا صاحب قادیانی نے اپنے مسیح موعود ہونے کا بیانگ دہل اعلان کیا اور کسر صلیب کے واحد ٹھیکہ دار بن گئے اس وقت سے آپنے آنخداوند کی کسر شان میں اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہ کیا۔ اور اگر اس ستم ظریفی کے عملدرآمد میں آپ نے کبھی آنخداوند کے ساتھ اپنی ہمدردی کا اظہار کیا بھی تو ایسے گرے ہوئے الفاظ میں کہ :

"زیادہ تر قابلِ افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیشینگوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نہ نکل سکیں۔" (سلسلہ تصنیفاتِ احمدیہ جلد سوم صفحہ ۸۹۷)۔

"غائت مافی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیشگوئیاں اوروں سے زیادہ غلط نکلیں۔ (ایضاً ایضاً)

"گو حضرت مسیح جسمانی بیماروں کو اس عمل کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے مگر ہدائت اور توحید اور دینی استقامتوں کے کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارے میں ان کا نمبر ایسا کم درجہ کا رہا کہ قریب قریب ناکام رہے۔" (ایضاً صفحہ ۱۰۶)۔ البتہ جب کبھی آپ پر مخالفوں نے کوئی ایسا اعتراض کیا جس کا جواب آپ سے براہ راست نہ بن پڑا تو اس وقت بجائے حلی جواب دینے کے نقضی جواب سے مخالفوں کا منہ بند کرنے کی خاطر آپ نے آنخداوند کے حال پر ضرور یہ مہربانی دکھائی کہ دیگر چند انبیائے اولعزم کے ساتھ مسیح کو بھی شامل کر کے ویسا ہی اعتراض کسی فرضی معترض کے منہ سے آنخداوند کے حق میں بھی کہلوا دیا۔ اور پھر بہشت مجموعی اس اعتراض کا جو دیگر انبیاء پر بشمولیت مسیح وارد کیا اپنی طرف سے جواب دیدیا۔ مگر اس لئے نہیں کہ اس اعتراض سے مسیح کی برائت مطلوب تھی بلکہ بدیں غرض کہ جیسا اعتراض خود آپ کی ذات پر وارد کیا گیا ویسا ہی خود ساختہ اعتراض مسیح کی نسبت سنا کر مخالفوں سے سہولیت کے ساتھ اپنا پیچھا چھڑالیں۔ ورنہ آنخداوند سے آپ کو ایسی طبعی دشمنی تھی کہ جس اعتراض سے اپنے بچاؤ کی خاطر ایک جگہ آنخداوند کو بری ٹھہرایا دوسری جگہ وہی اعتراض اس کی نسبت نہائت مکروہ صورت میں خود پیش کر دیا پس مرزا صاحب قادیانی نے اپنی مزعومہ دینی غیرت کے زیر اثر آنخداوند کی عزت افزائی کے باب میں از حد سر گرمی دکھائی۔

حتیٰ کہ کسی بھی بڑے یا چھوٹے نبی سے آنخداوند کا مقابلہ کرنے کا آپ کو جب کبھی ناگوار اتفاق ہوا تو آپ نے اپنی طرف سے ہر ایک کو بلااستثناء آنخداوند سے افضل ٹھہرانے اور اس کو ہر طرح سے کم تر ہی قرار دینے کی کوشش کی۔ اور اس امر میں نوبت یہاں تک پہنچادی کہ کشلیا[1] کے بیٹے کو بھی آنخداوند کے مقابل رکھ کر اپنے اسلامی ایمان کا اظہار کیا کہ :

مریم کا بیٹا کشلیا کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔" (انجام آتھم صفحہ ۴۱)۔ حالانکہ اور کسی بھی اسلام کے مسلمہ نبی کی عزت افزائی کے لئے آپ کو یہ کبھی جرات نہیں ہوئی کہ اس کا مقابلہ ہندوؤں یا پارسیوں کے کسی مذہبی لیڈر سے کرکے اسے اس کے مساوی قرار دیں اور صرف اسی پر بس نہیں کی بلکہ خود بدولت آنخداوند سے افضل اور پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بڑھ کر" ہیں۔

الغرض آپ نے اگر عمر بھر میں کسرِ صلیب کے بارہ میں کوئی حقیقی کارنامہ دکھایا ہے تو یہ کہ تعلی وخودستائی کی ڈینگیں ہانکنے کے ساتھ ہی حتی الوسع آنخداوند کی کسر شان اور تحقیر کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ اور یوں گویا آپ نے مسلمانوں کے دلوں میں اپنی عظمت کا سکہ جمانے اور مسیحیت کے مقابل اپنی فتح کا ڈنکا بجانے کی غرض سے آنخداوند کی پیٹ بھر کر توہین وتحقیر ہی کو اپنی کامیابی اور کسرِ صلیب کا حقیقی اور واحد ذریعہ سمجھا اور تازیست اسی نقطہ پر جمے رہے ۔

آنخداوند کی توہین کی وجہ

ہماری دانست میں آپ اس وجہ سے بامر ناچاری آنخداوند کی توہین وتذلیل میں زندگی بر کوشاں رہے کہ آپ کو کھلے الفاظ میں اپنے تیئں مسیح موعود قرار دینے اور حقیقی مسیح کی دوسری آمد کا صاف الفاظ میں قطعی انکار کرنے کے لئے ضروری معلوم ہوا کہ آپ آنخداوند کی حیات کا انکار کریں۔ اور

---

[1] اکثر مرزائی صاحبان یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہمارے معتقدات کے موافق راجہ رامچندر بھی اسلام کے مسلمہ نبیوں میں سے تھے۔ اور اس کے ثبوت میں قرآن شریف کی یہ آئتیں پیش کیا کرتے ہیں " وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ یعنی اور ہر قوم کے لئے کوئی ہادی ہوا ہے۔" (سورہ رعد آیت ۸ رکوع ۱)۔ وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ یعنی اور کوئی امت ایسی نہیں جس میں کوئی نذیر نہیں ہوا۔" (سورہ فاطر آیت ۲۴ رکوع ۲)۔ اور یعنی ہر امت کے لئے کوئی رسول ہے۔" (سورہ یونس ۴۸، رکوع ۵)۔ حالانکہ ان آئتوں میں ہر امت کے لئے کوئی ہادی ونذیر اور رسول ہونا بتایا گیا ہے نہ کہ ہر امت کے لئے کوئی نبی ہوتا۔ اور ظاہر ہے کہ ہادی ونذیر عام ہے اور نبی خاص۔ اور ان میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔ یعنی ہر نبی ضرور ہادی ونذیر بھی ہوگا۔ مگر ہر ہادی ونذیر کا نبی ہونا ضرور نہیں۔ اور اسی طرح رسول کا لفظ بھی قرآن شریف میں نبی سے عام طور پر استعمال ہوا ہے۔ یعنی کبھی نبی کے لئے اور کبھی غیر نبی کے لئے۔ اور ازیں جہت وہ بھی ضرور نبی سے عام تر ہے جیسے کہ ذیل کی آیات سے ظاہر ہے:

قُل لَّوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَّسُولًا یعنی کہہ اگر فرشتے پھرتے بستے ہوتے تو ہم ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ رسول اتارتے۔" (سورہ بنی اسرائیل آیت ۹۷ رکوع ۱۱)۔ اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ یعنی فرشتوں اور آدمیوں میں سے رسولوں کو اللہ چن لیتا ہے۔ (سورہ حج آیت ۷۵ رکوع ۱۰)۔ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ "یعنی پس میں نے رسول کے نقش پا سے ایک مٹھی بھرلی۔" (سورہ طہ آیت ۹۶ رکوع ۵)۔ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ "یعنی جب اس کے پاس رسول (فرستادہ بادشاہ) آیا۔ کہا اپنے مالک کے پاس لوٹ جا۔" (سورہ یوسف آیت ۵۰ رکوع ۴)۔ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا یعنی اور وہ رسول نبی تھا" (سورہ مریم آیت ۵۳ رکوع ۴)۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ یعنی اور ہم نے تجھ سے پہلے جو رسول یا نبی بھیجا" (سورہ حج آیت ۵۱ رکوع ۷)۔

پس جبکہ ہر امت کے لئے کوئی نبی ہونے کا ذکر قرآن شریف میں مذکور نہیں۔ اور راجہ رامچندر جی کا ہادی یا نذیر یا رسول ہونا بھی یقینی طور پر ثابت نہیں تو عام سے خاص مراد لیکر اور مطلق کو مقید کرکے ہادی یا نذیر ورسول کے لفظوں سے بہر حال کوئی نبی ہی مراد لینا اور اس بناپر بغیر کسی قطعی ثبوت کے راجہ رام چندر جی کو نبی قرار دینا سراسر خلاف اصول ہے۔ اور صرف ایک ظنِ فاسد کی بناپر کسی مظنون بلکہ مفروض نبی کو ایسے اولوالعزم نبی کے برابر ٹھہرانا کسی طرح بھی اسلامی معتقدات کے مطابق اور ایماندارانہ دخل نہیں ٹھہر سکتا کہ جس کا نبی ہونا منوحص ہے۔ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا یعنی اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی کیا۔" (سورہ مریم ۳۱ رکوع ۲)۔ لیکن اگر بقول شما راجہ رام چندر جی اسلام کے مسلمہ انبیاء میں سے تھے اور رامائن وغیرہ کتب ہنود منزل من اللہ ہیں تو ہم پوچھتے ہیں کہ ا۔ قرآن شریف سے کوئی ایسی آیت پیش کرو۔ جس سے یہ ثابت ہو کہ ہر امت میں سے ضرور کوئی نہ کوئی نبی معبوث ہوا ہے۔ اور کہ راجہ رامچندر جی ضرور ان انبیاء میں سے ایک ہیں (۲۔) کوئی ایسی قطیعتہ الدلالتہ آیت قرآنی پیش کرو۔ جس سے نہایت وضاحت کے ساتھ ہندوؤں کی کسی دھرم پستک کا منزل من اللہ ہونا اور اس کے دھارمک پیشواؤں کا بالعموم اور راجہ چندر جی کا بالخصوص نبی ہونا ثابت ہو (۳) قرآن شریف میں ابراہیمی ملت سے خارج کسی نبی کا اور بالخصوص پیشوایا ہنود کا ذکر کیوں مذکور نہیں ہوا؟ جبکہ وہ بقول شما سب کے سب نبی تھے۔ کیا اللہ تعالیٰ کو ان میں سے کسی خاص کا علم نہ تھا؟ (۴) قرآن شریف کے اس حکم میں کہ " قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ (سورہ بقرہ آیت ۱۳۰ رکوع ۱۶)۔ کیوں راجہ رامچندر جی وغیرہ ہندو پیشواؤں اور رامائن وغیرہ ہندو گرنتھوں پر بالتصریح ایمان کے اظہار کا حکم پایا نہیں جاتا (۵) اگر یہود ونصاریٰ کے سوا کسی اور گروہ پر بھی قرآن شریف سے پیشتر کوئی آسمانی کتاب اتر چکی تھی تو اس کے حصر کے کیا معنی ہونگے؟ أَن تَقُولُوا إِنَّمَا أُنزِلَ الْكِتَابُ عَلَىٰ طَائِفَتَيْنِ یعنی تا نہ کہو کہ کتاب تو دو ہی گروہوں پر اتری" (سورہ انعام آیت ۱۵۶ رکوع ۲۰)۔ (۶) اگر قرآن شریف سے پیشتر کتاب اور نبوت بنی اسرائیل سے مختص نہ تھی تو "یعنی میں نے تم کو سارے جہان پر فضیلت دی" (سورہ بقرہ آیت ۱۱۶، ۴۴) اور کونسی فضیلت مراد ہوسکتی ہے جو کتاب اور نبوت کے سوا سارے جہان پر بنی اسرائیل کو خدا تعالیٰ کی طرف سے بخشی گئی" (۷) قطعی دلائل سے ثابت کرو کہ اہل کتاب کے خطاب میں ہندو بھی شامل ہیں۔ (۸) مرزا صاحب کے اس قول کو حق بجانب ٹھہرانے کے یقینی دلائل سے راجہ رامچندر جی کا نبی ہونا ثابت کرو۔ اور یہ بھی ثابت کرو کہ وہ رتبہ میں ضرور آنخداوند کے برابر تھا۔

اس کی شان کو اس قدر کم کر دکھائیں۔ اور اس کی فضیلت کے متعلق مسلمہ امور کو اس طرح پر اسلامی مسلمات کے منافی ظاہر کریں کہ آپ کا مثیل مسیح کے ادعا سے شروع کرکے بتدریج

"پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بڑھ کر ہونے"

تک پہنچ جانے کی بڑہانکنا کم از کم آپ کے دامِ تزویر میں پھنسے ہوئے مسلمانوں کو چنداں ناگوار نہ گذرے۔ نیز اس طرح سے دیگر مسلمانوں کی نظر میں بھی آپ کے مسیح موعود ہونے کے دعویٰ کی کراہیت کسی قدر کم ہو جائے۔ اور اس میں شک نہیں کہ آپ کو اس امر میں ہمت مردانہ سے کام لیکر متعدد مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے مختلف افتراپردازیوں سے مجبوراً کام لینا پڑا۔ مثلاً

ا۔ آپ نے انجیل مقدس کے بیانات بلکہ الفاظ بھی مطلب کے موافق بگاڑ کر نیز حسب ضرورت اپنے کشف والہامات سے کام لے کر آنخداوند کو موسیٰ کا خلیفہ اور یوحنا پتسمہ دینے والے کا شاگرد اور مرید اور اولوالعزم انبیاء میں شمار کرنا تو درکنار ہر نبی سے کہتر بلکہ خود بدولت کی شان سے بھی کہیں کمتر اور راجہ رامچندر جی سے بھی کچھ زیادت نہ رکھنے والا ثابت کرنے کی کوشش کی۔

۲۔ آپ کو مسیح کی تمام مسلمہ فضیلتوں کے جھٹلانے اور مسلمانوں کے دلوں سے مسیحی فضائل کے آثار مٹانے کی ضرورت محسوس کرکے یہ چال کھیلنا پڑی کہ آپ نے عامہ مسلمین کے اس عقیدے سے کہ آنحضرت دیگر تمام انبیاء سے افضل ہیں ناروا فائدہ اٹھا کر ان کے جذبات سے یوں اپیل کی کہ اگر مسیح کی فلاں فلاں فضیلتوں کو مان لیں تو اس سے آنحضرت کی تحقیر بلکہ توہین ہوتی ہے۔ اور اس کے لئے آپ نے ان تمام قرآنی بیانات کی جو مسیح کے فضائل سے متعلق تھے وہ تاویلیں کر دکھائیں۔ جو شروع زمانہ اسلام کے آج تک کسی کو نہ سوجھیں۔ اور بعض صحیح حدیثوں کو جھٹلانا پڑا۔ بلکہ بعض حالتوں میں ناچار ہو کر آپ کو آنحضرت سے بھی اجتہادی غلطیاں منسوب کرنا پڑیں۔

۳۔ مسیح کے زندہ آسمان پر موجود ہونے اور دوبارہ واپس آنے کا انکار کرنے کے لئے آپ کو اسکی موت ثابت کرنا پڑی۔ اور اس کی قبر کی نشاندہی کے مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے آپ کو کشمیر کے شہر سرینگر کے محلہ خان یار کے ایک چبوترہ میں کشفی نگاہ سے مسیح کی لاش جھانکنا پڑی۔ اور اس ظنِ فاسد کو درجہ یقین تک پہنچانے کے لئے آپ کو جوڑ توڑ لگا کر انجیل مقدس کے بعض واقعات کو مطلب کے موافق لباس پہنانا اور بعض واقعات سے عمداً چشم پوشی اختیار کرنا پڑا اور قرآنی الفاظ کی حسب منشاء تاویلیں کرکے اور بعض صورتوں میں عام سے خاص مراد لیکر اور احادیث اور مفسرین کے اقوال کو حسبِ ضرورت بعض کو رد اور بعض کو قبول کرکے اور اس کے سے بھی کام نہ نکلتا دیکھ کر نوٹوش روسی کے فسانہ کو صحیح تاریخوں پر ترجیح دینا۔ اور اس پر ذہنی مخترعات کا ملمع چڑھا کر اس مشکل مہم کو بہر ادقت ودشواری انجام دینا پڑا۔

۴۔ مسیح کے معجزات کا انکار کرنے کے لئے آپ کو بھی انجیل مقدس وقرآن شریف کے صریح اور واضح بیانات کو قادیانی عبارات کا جامہ پہنا کر از حد رکیک اور بھونڈی تاویلوں سے کام چلانا پڑا۔

۵۔ مسیح کے متعلق گندے سے گندے بہتان گھڑنے کے لئے بھی آپ کو انجیلی بیانات کو بالکل قادیانی لباس پہنانا پڑا۔ اور حسبِ ضرورت یہودیوں کے مغلظات کو بھی اپنانے سے آپنے دریغ نہ کیا۔ اور اس کے متعلق مسلمانوں کے جوشِ غیرت کو ٹھنڈا کرنے کی غرض سے آپ کو یسوع اور عیسیٰ کو متغائرین قرار دینے کے لئے لچر حیلہ کی پناہ ڈھونڈنا پڑی۔

۶۔ بعض اسلامی مسلمات کا انکار کر کے ان کو نئے سانچے میں ڈھال کر پیش کرنے کے لئے آپ کو قرآن شریف کے اکثر مقامات کی ایسی من مانی تاویلیں گھڑنا پڑیں جو ابتدائی اسلام سے آج تک کسی کو نہ سوجھی تھیں۔ اور بسا اوقات صحیح احادیث کو مطلب کے موافق نہ پاکر رد کرنے اور ضعیف حدیثوں سے کام نکلتا دیکھ کر ان کو قبول کرنے بلکہ بعض حالتوں میں عوام کے اقوال کو بھی احادیث پر ترجیح دینے کی ضرورت لاحق ہوئی۔

۷۔ اپنی نبوت اور مسیحیت کے دعووں کو اسلام کی برتری اور آنحضرت کی عظمت کے ساتھ بالکل وابستہ ظاہر کرنے کے لئے بھی آپ کو قرآنی آیات کی نرالی تاویلیں کرنا اور احادیث کو مطلب کے موافق قبول یا رد کرنا اور حسبِ ضرورت عوام کے اقوال کا بھی سہارا ڈھونڈنا پڑا۔ اور معاذ مسلمانوں کے جذبات کو اپیل کر کے بھی کام نکالنا پڑا۔ کیونکہ

اول۔ اگر مسیح کی شان وعظمت کو کم نہ دکھاتے تو مسلمانوں میں آپ کے ہواخواہوں کا وجود کالعدم ہو جاتا۔ اور آپ کا مثیل مسیح ہونے اور رفتہ رفتہ زمانے کی رفتار کے موافق چل کر

" پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بڑھ کر"

ہونے کا دعویٰ اہل اسلام کی نظروں میں مکروہ معلوم ہوتا۔ اور اگر پہلے مسیح کو موسوی خلیفہ نہ ظاہر کرتے تو دوسرے مسیح کا محمدی خلیفہ ہونا نا مانا جا سکتا۔

دوم۔ اگر آپ مسیح کی تمام مسلمہ فضیلتوں کو جھٹلانے کی کوشش نہ کرتے تو نہ آپ مسلمانوں کے دلوں میں مسیحیت کی عداوت کا بیج بونے میں کامیاب ہو سکتے اور نہ کے ان کے دلوں پر اپنی فضیلت کا سکہ ہی جما سکتے۔ اور بصورتِ دیگر آپ کو موسیٰ جیسے اولوالعزم نبیوں بلکہ بعض صورتوں میں آنحضرت پر بھی فضیلت کا دعویدار ہونے کی ضرورت ہوتی۔ اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں آپ کی کامیابی قطعاً ناممکن تھی۔

سوم۔ اگر مسیح کی موت کو ثابت کرنے کی کوشش نہ کرتے۔ تو اصل مسیح کی آمد کا انکار کر کے اس کے بجائے اپنے تیئں بطور مثیل کے پیش کرنا آپ کے لئے ممکن نہ تھا۔

چہارم۔ اگر مسیح کے معجزات کا صاف انکار نہ کر دیتے۔ اور بعض کو ناچار عمل الترب کہکر اس سے نفرت کا اظہار نہ کرتے تو معجزات کے مطالبات سے آپ کا پیچھا چھڑا لینا یقیناً غیر ممکن تھا۔

پنجم۔ اگر آنخداوند کے متعلق مکروہ بہتان نہ گھڑتے۔ اور اس کے لئے یہودیوں کے آستانہ پر جبیں سائی نہ کرتے تو مسیحیت کو نیچا دکھانے اور صلیب توڑنے کا خالی ڈھول پیٹنے کی آپ کو ہرگز جرات نہ ہو سکتی۔ کیونکہ مسیحیوں کے مقابل صحیح دلائل سے کام لیکر سرخروئی حاصل کر لینا آپ کے لئے ٹیڑھی کھیر تھی۔

ششم۔ اگر بعض ان اسلامی مسلمات کا (جن کا جواب دینا آپ کے لئے آسان نہ تھا) انکار کر کے آپ ان پر ایسا رنگ چڑھا کر پیش نہ کرتے جس سے کسی کو اعتراض کرنے کی گنجائش ہی باقی نہ رہے تو آپ کے لئے مسلمانوں کے سامنے اسلام کی حمائت میں خم ٹھونک کر کھڑے ہونے کی ڈینگیں ہانکنا دشوار تھا۔ پس اس امر میں آپ نے حقیقی اسلامی مسلمات کی حمائت کر سکنا مشکل تصور کر کے سہل ترین پہلو اختیار کیا کہ ایسے اسلامی مسلمات کو اپنے ذہنی سانچے میں ڈھال کر بالکل نئی صورت میں پیش کر دیا کہ نہ قابل اعتراض مسائل کو صحیح تسلیم کریں اور نہ اعتراضات کی گنجائش باقی چھوڑیں۔ یعنی نہ سر رہے اور درد سر لاحق ہو۔

ہفتم۔آپ کواپنی نبوت و مسیحیت کے دعووں کواسلام کی برتری اور آنحضرت کی عظمت کے ساتھ وابستہ کرنے کی اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ مسلمان یہ خیال کرکے کہ جس قدر آپ کی فضیلت و برتری کو تسلیم کرینگے اس سے اسلام ہی کی شان دوبالا ہوگی اور آنحضرت ہی کی عظمت ظاہر ہوگی۔آپ کے دامِ تزویر میں آسانی سے پھنس سکیں۔ ورنہ کسی اور صورت میں مسلمانوں کا آپ کی شخصیات کو قبول کرنااور اپنے دلوں میں آپ کی عظمت و برتری کو جگہ دینا محال تھا۔

پس "گولوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت وانجیل وقرآن کے مسیح کی شان وعظمت کو گھٹانے اور اس کی مسلمہ فضیلتوں کو جھٹلانے اور اس کے زندہ آسمان پر موجود ہونے اور دوبارہ دنیا میں تشریف لانے کا انکار کرنے اور اس کے صاف اور صریح معجزانہ واقعات کی رکیک تاویلیں گھڑنے اور اس پر مکرہ وبہتان لگا کر یسوع اور عیسیٰ کو متغائرین ظاہر کرنے اور یوں عبرانی زبان اور اسرائیلی انبیاء کے ناموں کی نوعیت سے بے بصری دکھانے کی کیوں کوشش کی گئی ؟اور قرآن شریف کی صریح دلالتوں کے برخلاف اپنے مجددانہ عقائد اختراع اور بعض حالتوں میں احادیث صحیحہ کا انکار کرنے اور حسب ضرورت ضعیف حدیثوں اور عام اقوال پر اپنے معتقدات کی بنیاد رکھنے اور "ظلی اور بروزی اور امتی نبی اور مثیل مسیح کے نئے محاورات تراشنے کی کیوں جرات کی گئی ؟

"مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آگئیں۔اس صورت میں وہ۔۔۔ قابلِ رحم تھے نہ قابلِ اعتراض۔"

غرضیکہ جس قدر زیادہ اہل اسلام کی طرف سے آپ کے دعویٰ مسیحیت کی مخالفت ہوئی اسی قدر زیادہ آپ نے اپنی مسیحیت کے براہین پیش کرنے کی بجائے حتی الامکان مسیح کی موت کو ثابت کرنے اور اس کی قدر ومنزلت کو از حد گھٹا کر پیش کرنے کی کوشش کی۔اور آپ کی یہ کوشش ایسی مفید ٹھہری کہ آپ کی امت کے لوگ بھی آپ کی پیروی میں ہمیشہ آپ کی مسیحیت کے بارہ میں بحث کرنے کی بجائے مسیح کی موت پر ہی بحث کرکے اصل مطلب کو ٹالنے کی کوشش کرتے ہیں۔حالانکہ بفرض محال اگر مرزائی صاحبان مسیح کی موت ثابت بھی کردکھائیں اور اس کے جی اٹھنے کے واقعہ سے قطعاً انکار کردیں تو بھی مرزا صاحب کے مسیح ہونے کو اس سے سرمو متعلق نہیں۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ مسیح کی موت کا اثبات امر دیگر ہے اور مرزا صاحب قادیانی کے مسیح موعود ہونے کا اثبات امرِ دیگر۔اور یہ بطور لازم اور ملزوم کے اس طرح پر ایک دوسرے کے ساتھ ہرگز وابستہ نہیں کہ مسیح کی موت سے یقینی طور پر مرزا صاحب قادیانی کا مسیح موعود ہونا ثابت ہوجائے جبکہ دعویٰ بھی صرف مماثلت کا ہے۔ بنابریں کوئی انصاف پسند شخص آنخداوند کی موت کا قائل اور اس کے جی اٹھنے کا منکر ہونے کی صورت میں بھی بغیر یقینی اور قطعی دلائل کے مرزا صاحب قادیانی کو مسیح نہیں مان سکتا۔ بمصداق

کس نیاید بزیر سایۂ بوم

در ہما از جہاں شود معدوم

مرزا صاحب قادیانی جیسے مخالفِ مسیح کے ظہور کے لئے آنخداوند کی روح بیقرار

لیکن اگر مرزا صاحب قادیانی نے آنخداوند کو پیٹ بھر کر گالیاں دینے سے اس کی عزت و شان کو چار چاند لگا دیئے تو اس میں کچھ آپ کا قصور نہیں۔ کیونکہ جیسا آپ پر کشفاً کھولا گیا آنخداوند کی روح خود ہی آپ کے ظہور کے لئے بیقرار تھی۔ اور اس نے خدا تعالیٰ سے خود درخواست کی کہ آپ جلدی دنیا میں پہنچ کر اس کی توہین کریں اور اس کی درخواست پر ہی آپ بھیجے گئے۔ چنانچہ مرزا صاحب پر

کشفاً کھولا گیا ہے۔ حضرت مسیح کی روح ان افتراؤں کی وجہ سے جو ان پر اس زمانہ میں کئے گئے۔ اپنے مثالی نزول (مراد مرزا صاحب) کے لئے شدتِ جوش میں تھی۔ اور خدا تعالیٰ سے درخواست کرتے تھے کہ اس وقت مثالی طور پر اس کا نزول ہو۔ سو خدا تعالیٰ نے اس کے جوش کے موافق اس کی مثال کو دنیا میں بھیجا۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۷۸)۔

مرزا صاحب کے مخالفِ مسیح ہونے پر انکا دستخطی اقبال

اگر خداوند کی پیشگوئیوں پر غور کیا جائے جو جھوٹے مسیحیوں کے متعلق کی گئیں۔ اور جو ان کے زمانہ کے نشانات بتائے گئے۔ اور پھر ان پیشگوئیوں کے تمام و کمال پورا ہونے کے بارہ میں مرزا صاحب قادیانی کے اقبالی بیانات پر غور کریں تو آپ کا مخالفِ مسیح ہونا اظہر من الشمس ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ان میں سے چند ایک ذیل میں نمبروار درج کرتے ہیں۔

پیشگوئی	اقبالِ مرزا
۱۔ بہتیرے میرے نام سے آئینگے۔" (متی ۲۴، آیت ۵)۔	"جو یسوع مسیح کے نام پر۔۔۔۔آیا ہے" (تحفہ قیصریہ صفحہ ۱)
۲۔ " کہینگے کہ میں مسیح ہوں۔ (متی ۲۴، آیت ۵)۔	"جو دنیا میں یسوع مسیح کے نام پر آیا ہے" صفحہ ۲۔
۳۔ " کہینگے کہ وہ میں ہی ہوں۔" (مرقس ۱۳، آیت ۶، لوقا ۲۱، آیت ۸)۔	"میں مسیح موعود ہوں" (کشتی نوح صفحہ ۱۶) میں وہی ہوں" (کشتی نوح ۱۳) مکرر صفحہ ۱۵
۴۔ " جو مخالفت کرتا ہے اور ہر ایک سے جو خدا اور معبود کہلاتا ہے اپنے آپ کو بڑا ٹھہراتا ہے (یہاں تک کہ ۔۔۔۔) اپنے آپ کو خدا ظاہر کرتا ہے۔۔۔۔ (۲ تسلنیکیوں ۲، آیت ۴)۔	"خدا نے میری سچائی کی گواہی کے لئے تین لاکھ سے زیادہ آسمانی نشان ظاہر کئے (حقیقت الوحی صفحہ ۱۶۴)۔

"جس کی آمد شیطان کی تاثیر کے موافق ہر طرح کی جھوٹی قدرت اور عجیب کاموں کے ساتھ اور ہلاک ہونے والوں کے لئے ناراستی کے ہر طرح کے دھوکے کے ساتھ ہوگی(۲ تسلنکیوں ۲آیت ۲) "اور نشان اور عجیب کام دکھائینگے۔"(مرقس ۱۳،آیت ۲۲) "اور آسمان پر بڑی بڑی دہشتناک باتیں اور نشانیاں ظاہر ہونگی۔"(لوقا ۲۱،آیت ۱۱)	"ہم محض بطور نمونہ کے ایک سو چالیس نشان ان میں سے لکھتے ہیں۔" (حقیقت الوحی صفحہ ۱۹۴)۔ "جن سے دو سو آٹھ نمبر نشانوں کا پورا ہوتا ہے"(تتمہ حقیقت الوحی ۱۶۴)۔ "جن سے دو سو آٹھ نمبر نشانوں کا پورا ہوتا ہے"(تتمہ حقیقت الوحی ۱۶۴)۔
(۵)"بہتیروں کو گمراہ کرینگے۔"(متی ۲۴،آیت ۱۱)	"کچھ زیادہ تین لاکھ سے اس جماعت میں داخل ہو چکے ہیں۔(حقیقتہ الوحی ۱۶۷)۔
(۶)"اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرلیں۔"(متی ۲۴،آیت ۱۴)	"کچھ زیادہ تین لاکھ سے اس جماعت میں داخل ہو چکے ہیں۔(حقیقتہ الوحی ۱۶۷)۔ " یہاں تک کہ امریکہ میں کئی لوگ ہماری جماعت میں داخل ہو چکے ہیں۔۔۔۔اور یورپ کے بعض لوگ بھی ہماری جماعت میں داخل ہیں۔"(حقیقت الوحی ۱۶۷)
(۷)"اور تم لڑایئاں اور لڑائیوں کی افواہیں سنوگے۔"(متی ۲۴،آیت ۶)۔	"اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلینگی۔"(حقیقت الوحی ۲۵۶) "ماسوا کے اگرپہلے دنیا میں طاعون ہوتی رہی اور زلزلے آتے رہے ہیں اور لڑائیاں ہوتی رہی ہیں تو اسوقت مسیح موعود ہونے کا کوئی مدعی موجود نہ تھا۔پس جبکہ ایسے غیر معمولی زلزلوں اور طاعون سے پہلے ایک مدعی مسیحیت موجود ہوگیا اور بعد اس کے یہ سب علامتیں انجیل کے موافق ظہور میں آئیں تو کیوں اس سے انکار کیا جائے"(حاشیہ حقیقت الوحی صفحہ ۲۰۲)
(۸)"جگہ جگہ کال پڑینگے اور بھونچال آئینگے"(متی ۲۴،آیت ۸)	"میں نے۔۔۔یہ خبر دی تھی کہ میرے زمانہ میں دنیا میں غیر معمولی زلزلے آئینگے اور دوسری آفات بھی آئینگی اور ایک دنیا ان سے ہلاک ہوجائیگی۔پس اس میں کیا شک ہے کہ میری پیشگوئیوں کے بعد دنیا میں زلزلوں اور دوسری آفات کا سلسلہ شروع ہوجانا میری سچائی کے لئے ایک نشان ہے۔"(حقیقت الوحی ۱۶۱)۔

(۹) "بڑے بڑے بھونچال آئینگے اور جابجا کال اور مری پڑیگی۔" (لوقا ۲۱، آیت ۱۱)	"حضرت عیسیٰ کی پیشگوئی زلزلوں اور طاعون کی جیسا کہ ابھی لکھا گیا ہے کہ مسیح[1] موعود کا اس وقت ظاہر ہونا ضرور ہے (حقیقت الوحی ۲۰۲)۔ "اب کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ جیسا کہ طاعون سے ظہور میں آئیں پہلے اس ملک میں کبھی ظہور میں آیا تھا؟ ہر گز نہیں۔ رہا زلزلہ وہ بھی میری طرف سے کوئی معمولی پیشگوئی نہیں تھی۔ بلکہ پیشگوئی میں یہ الفاظ تھے کہ ایک حصہ ملک کا اس سے تباہ ہو جایئگا جیسا کہ ظاہر ہے کہ وہ تباہی جو اس زلزلہ سے کانگڑہ اور بھاگسو خاص جوالہ مکھی پر آئی دو ہزار[2] برس تک اس کی نظیر نہیں ملتی (حقیقت الوحی ۱۶۰)۔
(۱۰) کیونکہ وہ دن ایسی مصیبت کے ہونگے کہ خلقت کے شروع سے جسے خدا نے خلق کیا نہ ابتک ہوئی ہے نہ کبھی ہوگی۔۔۔۔ اس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں یا وہاں ہے تو یقین نہ کرنا۔ (متی ۲۴، آیت ۲۱ تا ۲۳)۔	"زمین پر اس قدر سخت تباہی آئیگی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی نہیں آئی ہوگی۔" (حقیقتہ الوحی ۲۵۶)۔ تلکہ عشرۃ کاملۃ

حقیقت مرزا بقلم خود

مرزا صاحب فرماتے ہیں:

"اور چونکہ اس نے مجھے یسوع مسیح کے رنگ میں پیدا کیا تھا اور نوازد طبع کے لحاظ سے یسوع کی روح سے میرے اندر رکھی تھی۔" (تحفہ قیصریہ صفحہ ۱۷)۔

"میں وہ شخص ہوں جس کے روح میں بروز کے طور پر یسوع مسیح کی روح سکونت رکھتی ہے۔" (تحفہ ۱۸)۔

---

[1] الٰہی سچائی پر نادانستہ اقبالی مہر ثبت کرتے ہوئے مرزا صاحب نہائت سادگی سے فرماتے ہیں کہ "مسیح موعود کا اس وقت ظاہر ہونا ضرور ہے۔" حالانکہ یہ نشانات جھوٹے مسیحیوں کے زمانہ سے متعلق ہیں جیسا کہ آنخداوند نے فرمایا کہ "لیکن یہ سب باتیں مصیبتوں کا شروع ہونگی۔" (متی ۲۴، آیت ۸)۔ ان کا واقعہ ہونا ضرور ہے لیکن اس وقت خاتمہ نہ ہوگا۔" (مرقس ۱۳، آیت ۷)۔ انکا پہلے واقعہ ہونا ضرور ہے لیکن اس وقت خاتمہ نہ ہوگا۔" (لوقا ۲۱، آیت ۹)۔ "اور جب یہ باتیں ہونے لگیں تو سیدھی ہو کر سر اوپر اٹھانا اور اس لئے کہ تمہاری مخلصی نزدیک ہوگی۔" (لوقا ۲۱ آیت ۲۸)۔ مگر ان دنوں مصیبت کے بعد۔۔۔۔ لوگ ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ بادلوں میں آتے دیکھینگے۔" (مرقس ۱۳، آیت ۲۴ تا ۲۶)۔

[2] بقول مرزا صاحب دو ہزار برس تک یعنی مسیح کی پیشگوئی کے بعد سے زلزلے کا یہ واقعہ بے نظیر ہے۔ پس آنخداوند نے جھوٹے مسیح کے زمانہ کی علامتیں جو پیشگوئی کے طور پر بیان فرمائیں وہ عجیب طور پر پوری ہوئیں۔ اب کوئی نادان قادیانی کس منہ سے کہہ سکتا ہے کہ "کیا ہمیشہ زلزلے نہیں آتے کیا ہمیشہ قحط نہیں پڑتے کیا کہیں نہ کہیں لڑائی کا سلسلہ شروع نہیں رہتا۔ پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کو پیشگوئی کیوں نام رکھا؟ (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۴)۔

"ایک شریر مکار جس میں سراسر یسوع کی روح تھی۔" (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵)۔

(صغریٰ) مرزا صاحب میں یسوع[1] کی روح تھی (قول مرزا)

(کبریٰ) جس میں یسوع کی روح تھی وہ شریر مکار تھا (قول مرزا)

(حدِاوسط)۔ یسوع کی روح+اصغر=مرزا صاحب+اکبر=شریر مکار)

(نتیجہ) پس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آنخداوند کی کوئی حقیقی دادی یانانی نہیں ہوسکتی

جبکہ یہ امر بالکل قرین عقل وانصاف ہے کہ مخالفوں پر ان کے مسلمات کے مطابق ہی اعتراض کیا جاسکتا ہے۔ اور مرزا صاحب اور ان کی امت کو اچھی طرح معلوم ہے کہ جن مسیحیوں کو وہ مخاطب کرتے ہیں وہ خداوند مسیح کی معجزانہ پیدائش کے قائل ہیں۔ اور جن انجیلوں میں آنخداوند کے نسب نامے پائے جاتے ہیں انہی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کا کوئی جسمانی باپ ہی نہ تھا۔ بلکہ وہ بلاواسطہ جسمانی باپ کے خداتعالیٰ کی قدرت سے پیدا ہوا تو پھر آنخداوند کی کوئی حقیقی دادی قرار دیکر اس کے واسطہ سے اسے گالیاں دیناہی عقل وایمان کے دعویدار کو کیونکر زیب دیتا ہے۔ پس مرزائی صاحبان کو آئندہ ایسے لچر اور مکروہ استدلال کو کام میں لانے سے پہلے یہ امر ذہن نشین کرلینا چاہیے کہ مسیحی بلکہ اسلامی مسلمات کے مطابق بھی (بجزان چند مطلبی دیوانوں کے جن کا کام ہی مذہبی کتابوں کے الفاظ کو کھینچ تان کر دنیا کے دوسرے لوگوں سے نرالے معنی تجویز کرنا ہے) نہ آنخداوند کا کوئی حقیقی جسمانی باپ تھا۔ اور نہ اس کی کوئی حقیقی دادی ہوسکتی ہے پس کیونکہ ان کے

"خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔؟"

اور ہمارے منجی نے خود اپنے متعلق فرمایا کہ

"جب داؤد اُسکو خداوند کہتا ہے تو وہ اس کا بیٹا کیونکہ ٹھہرا۔" (متی ۲۲، آیت ۴۵)۔

پھر انجیل مقدس سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ خداوند کے فرشتے نے یوسف سے کہا کہ :

"جو اس کے پیٹ میں ہے وہ روح القدس کی قدرت سے ہے۔" (متی ۱، آیت ۲۰)۔

بنابریں یہ ماننا پڑیگا کہ آنخداوند کے وجود یاماہیت جسمی کا مادہ ازروئے انجیل مقدس کسی انسانی جسم کے اجزاء سے مرتب نہیں ہوا بلکہ وہ اسی طرح سے خداتعالیٰ کے کلمہ قدرت سے بلاواسطہ خلق ہوا جیسے ابتدائی آفرینش کی مادی چیزیں یعنی آنخداوند کا مادہ جسمی روح القدس سے وہ وجود پذیر ہوا۔ پس مریم مقدسہ کے اخرای جسمی کا دخل آنخداوند کے جسم کی ساخت اور نشوونما میں بمنزلہ غذائیت کے ماننا پڑیگا۔ اور یہ امر تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ غذا سے ماہیت جسمی تبدیل نہیں ہوتی بلکہ ہر ایک جسم اپنی ماہیت کے مطابق غذا کو تبدیل کرلیتا ہے۔ ازیں جہت مریم مقدسہ دیگر ماؤں کی مانند

---

[1] بعض مرزائی صاحبان کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے یسوع کو دو مفہوم مراد لئے لیکن یہ بالکل لچر تاویل ہے۔ کیونکہ جب مصدق ایک ہے یعنی یسوع کی روح تو ایک مصداق کے مغائر مفہوم قرار دینے کا کسی مرزائی کا کوئی حق نہیں۔ منہ

آنخداوند کی ایسی ماں نہیں قرار دجاسکتی کہ جس کے جسمی مادہ سے بشمولیت اپنے شوہر کے جسمی مادہ کے بچے کا وجود مرتب ہوا ہو۔اور جب آنخداوند سے کسی نے کہا کہ

"دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے ہیں اور تجھ سے باتیں کرنی چاہتے ہیں۔اس نے خبر دینے والے کے جواب میں کہا کون ہے میری ماں اور کون ہیں میرے بھائی؟اور اپنے شاگردوں کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا۔دیکھو میری ماں اور میرے بھائی یہ ہیں۔"(متی ۱۲،آیت ۴۷تا۴۹)۔

پس جن انجیلوں میں آنخداوند کا نسب نامہ مندرج ہے انہی کی رو سے نہ داؤداور سلمون اور یہوداہ اس کے حقیقی دادے اور نانے کہلا سکتے ہیں اور نہ ان کی بیویاں اس کی حقیقی دادیاں اور نانیاں کہ

"جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔"

مانا جاسکے۔اس لئے یہ امر عقل وانصاف ودیانت سے کس قدر بعید ہے کہ مسیحی مسلمات کے برخلاف محض مسیحیوں کی دلآزاری کی نیت سے ناحق آنخداوند کی تین دادیوں اور نانیوں کو زناکار بلکہ بعض کو خلاف واقعہ کسبی عورتیں قرار دیا جائے اور پھر اس سے آنخداوند کے لئے اخلاقی بدپرہیزگاری کا الزام ثابت کرنے کی جرات کی جائے؟

وہ تین عورتیں کونسی ہیں؟

آنخداوند کا نسب نامہ جو انجیل میں مندرج ہے۔اس میں چار عورتوں یعنی تامار،راحاب،روت اور بنت سبع کے نام مذکور ہیں۔پس مرزا صاحب کا اشارہ ان میں سے غالباً تامار،راحاب اور بنت سبع کی طرف ہوگا۔کیونکہ روت اگرچہ موآبی عورت تھی مگر وہ کسی طرح سے بھی زناکار اور کسبی عورت ثابت نہیں ہوسکتی۔بلکہ اس کے برعکس وہ نہائت نیکدل اور دیندار عورت ثابت ہوتی ہے۔(روت ۱،آیت ۱۶ + ۴،آیت ۱۱تا۱۳)۔اس لئے ہم روت کے علاوہ باقی تینوں کے متعلق مرزا صاحب کے بہتان کی حقیقت فاش کرینگے۔

مسیحی نسب نامہ میں ان عورتوں کے ذکر کی غائت

مگر اس سے پیشتر یہ عرض کردینا ضروری ہے کہ ہر ایک حق پسند جوان تینوں بلکہ چاروں عورتوں کے واقعات سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے کتاب مقدس کا بنظر غائر مطالعہ کریگا اور ساتھ ہی انجیل متی کو بھی غور سے پڑھیگا اس کو اس امر واقعی میں ہمارے ساتھ اتفاق کرنا پڑیگا کہ دوسری عورتوں کا ذکر چھوڑ کر ان چاروں عورتوں کا خصوصیت کے ساتھ آنخداوند کے نسب نامہ میں ذکر کرنے سے انجیل نویس کی یہ غرض ہرگز نہیں ہوسکتی کہ ازارہ توہین وتضحیک ان عورتوں کے نام اپنے منجئی وخداوند کے نسب نامہ میں مندرج کرے اور یہ ثابت کرے کہ وہ ازروئے نسب ایسی گنہگار عورتوں سے متعلق ہونے کی بناپر گنہگاروں کا منجی نہیں ہوسکتا۔نہ اس نے نسب نامہ میں ان عورتوں کے گنہگار ہونے کا ذکر ہی کیا۔حتیٰ کہ راحاب کو بھی راحاب فاحشہ نہیں لکھا۔بلکہ اس کی غرض صاف طور پر یہ ثابت کرتی ہے کہ اگرچہ تینوں عورتیں پہلے گنہگار تھیں۔اور چوتھی عورت ایک موآبی عورت تھی۔مگر بااینہمہ خداتعالیٰ جو ہر ایک سچی توبہ کرنے والے گنہگار کو معاف کرنے کو تیار اور اسے راستباز ٹھہرانے پر قادر ہے اس نے نہ صرف ان گنہگار عورتوں کو راست باز ٹھہرا کر قبول کیا اور اپنی برگزیدہ قوم میں شامل ہی کیا۔بلکہ ان کو اس قابل ٹھہرایا کہ وہ مریم صدیقہ کے نسب نامہ سے نسبت رکھیں

کہ جس سے منجئی جہان پیدا ہوا۔اور یوسف کے نسب نامہ سے بھی جو مریم صدیقہ کا شوہر اور آنخداوند کا مجازی باپ تھا تاکہ یہ ظاہر ہو کہ گنہگاروں کی ہلاکت یقینی اور نجات محال نہیں۔اور نہ کسی تائب گنہگار سے خدا تعالیٰ نفرت رکھتا ہے بلکہ وہ ہر ایک سچی توبہ کرنے والے گنہگار کو قبول کرنے کو تیار ہے (لوقا ۱۵،آیت ۱۰)۔چنانچہ

"اس نے دنیا سے ایسی محبت رکھی کہ اس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا تاکہ جو کوئی اس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو۔بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے۔(یوحنا ۳،آیت ۱۶)۔

اور چونکہ انجیل کے معنی ہی خوشی کی خبر ہیں اس لئے نہ صرف منجئی جہان کا نسب نامہ ہی انجیل مقدس کے شروع میں مذکور ہے تاکہ وہ نوشتوں کے مطابق ابن ابراہیم اور ابن داؤد ثابت ہو بلکہ اس نسب نامہ میں ایسے مردوں اور عورتوں کے نام مندرج ہیں جن کے پہلے گنہگار ہونے اور پھر راستباز ٹھہرائے جانے کا ذکر بالصراحت کلامِ مقدس میں مذکور ہے تاکہ منجئی گنہگاروں کے ساتھ پہلے ایمانداروں کا نہ صرف روحانی علاقہ ازروئے ایمان ہی ظاہر ہو (خط عبرانیوں ۱۱،آیت ۳۰)۔بلکہ اس کے ساتھ ان کا جسمانی علاقہ ازروئے نسب بھی ظاہر ہو۔

"پس جس صورت میں کہ لڑکے خون اور گوشت میں شریک ہیں تو وہ خود بھی ان کی طرح ان میں شریک ہوا تاکہ موت کے وسیلے سے اس کو جسے موت پر قدرت حاصل تھی۔یعنی ابلیس کو تباہ کردے۔اور جو عمر بھر موت کے ڈر سے غلامی میں گرفتار رہے انہیں چھڑالے" (عبرانیوں ۲،آیت ۱۴تا ۱۵)۔

اور اس طرح پر اس امر میں ہر ایک گنہگار کے لئے یہ خوشخبری پائی جاتی ہے کہ وہ اپنی نجات سے مایوس ہونے کی بجائے اس گنہگاروں کو راستباز ٹھہرانے والے پر ایمان لاکر نجات حاصل کرسکتا اور اس کے ساتھ بذریعہ ایمان پیوستہ ہوسکتا ہے۔کیونکہ وہ گنہگاروں کو قبول کرنے اور انہیں راستباز ٹھہرا کران سے روحانی تعلق قائم کرنے کو تیار ہے جیسے کہ اس نے گنہگاروں کے ساتھ جسمانی طور پر متعلق ہونے سے بھی نفرت نہ کی۔

راستباز ہونے کی متعلق مسیحی مرزائی

نقطہ نگاہ میں اختلاف

دراصل مرزا صاحب قادیانی کی نگاہ میں آنخداوند کا نسب نامہ اس لئے قابلِ اعتراض ٹھہرا کہ راستباز ہونے کے متعلق مسیحی اور مرزائی نقطہ نگاہ میں بھاری اختلاف پایا جاتا ہے۔چنانچہ مرزائی نقطہ نگاہ کے مطابق راستباز اور مقدس انسان وہ کہلا سکتا ہے جس نے زندگی بھر میں کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو اور نہ کبھی کسی آزمائش سے دوچار ہوا ہو۔اور نہ کسی گنہگار سے ملنے بلکہ اس کی شکل تک دیکھنے کا روادار ہوا ہو۔مگر برعکس اس کے مسیحی نقطہ نگاہ کے مطابق بنی آدم میں سے کسی کے لئے اس جہان میں اس طرح پر حقیقی راستبازی کا حصول ممکن نہیں کیونکہ کسبِ آدم سے اس کی اولاد کی طبعیت چونکہ موروثی طور پر بگڑ چکی۔اور بنی آدم کے کسب سے اس طبعی بگاڑ میں اور اضافہ ہوتا گیا۔اور اس طرح سے انسان باطنی طور پر نہائت ہی ضعیف ہوگیا اس لئے اس کی حالت یہ ہوگئی کہ جب تک اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے حقیقی نیکی کا علم نہ بخشا جائے اور اس کی روشنی میں وہ اپنے طبعی بگاڑ سے نجات حاصل کرنے کی فکر سے بے پرواہ رہیگا۔اور چونکہ اس گناہ آلودہ دنیا میں گناہ سے دوچار ہونا اس کے لئے امر ناگریز ہے۔اور وہ اپنے ذاتی ضعف اور طبعی بگاڑ کی وجہ سے فضل الہیٰ

کا سہارا لئے اور نئ طبعیت حاصل کئے بغیر گناہ پر غلبہ حاصل نہیں کر سکتا اور کسی آزمائش کے مقابلہ میں شکست کھانے کے بغیر نہ وہ اپنے اس ذاتی ضعف اور اندرونی بگاڑ سے آگاہ ہو سکتاہے اور نہ اپنی مکروہ حالت سے واقف ہو کر حصول نجات کے لئے بیقرار ہو سکتاہے۔ اور نہ وہ گرجائے کے بغیر اپنی بیچارگی اور بے بسی کا یقین حاصل کر سکتا اور بنا پر بریں شکستہ دل ہو کر فضل الہیٰ کا سہارا ڈھونڈنے پر مائل ہو سکتاہے۔ اور فضل الہیٰ پر تکیہ کئے اور روح القدس کی تائید پا کر گناہ کا مقابلہ کئے بغیر نہ وہ روحانی طور پر مضبوط ہو سکتاہے اور نہ گناہ پر غلبہ پاسکتاہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ ہر ایک انسان آزمائش سے دوچار ہو۔ اور اس میں گر کر اپنی باطنی کمزوری اور طبعی بگاڑ کے متعلق الہیٰ ہدائت کی روشنی میں پوری آگاہی حاصل کرے تاکہ وہ حقیقی توبہ (جس سے مراد اپنی مکروہ حالت پر پچتانا اور اپنی بے بسی کا یقین رکھتے ہوئے فضل الہیٰ کی طرف متوجہ ہونا ہے) اور خدا تعالیٰ کے مفت فضل پر ایمان رکھنے کے وسیلے سے اس تباہ حالی سے نجات در ستگاری حاصل کرے۔ اور نئ طبعیت پا کر روح القدس کی تائید سے روحانی قوت اور باطنی زور میں بڑھتا جائے۔ پس صادق اور راستباز انسان سے مراد ایسا شخص نہیں جو کبھی گناہ میں گراہی نہ ہو سنبھل جائے اور رفتہ رفتہ باطنی انسانیت میں ایسا قوی اور زور آور ہو جائے کہ پھر بڑی سے بڑی آزمائش کا بھی مقابلہ کر سکے اور نہ گرے۔ چنانچہ صادق اور شریر میں یہ فرق ہے

"کہ صادق آدمی سات بار گرتاہے اور پھر اٹھتاہے۔ پر شریر بلا میں گر کے پڑا رہتاہے" (امثال ۲۴، آیت ۱۶)۔

"اگرچہ وہ گرجائے پر پڑا نہ رہیگا کیونکہ خداوند اس کا ہاتھ تھامتاہے" (زبور ۳۷، آیت ۲۴)۔

"وہ مجھے ہولناک گڑھے اور دلدل کی کیچ سے باہر نکال لایا اور میرے پاؤں اس نے چٹان پر رکھے اور میرے قدموں کو ثابت کیا۔" (زبور ۴۰، آیت ۲)۔

"اے میرے دشمن تو مجھ پر شادمانی مت کر۔ کیونکہ جب میں گرونگا تو اٹھونگا جب اندھیرے میں بیٹھونگا تو خداوند میرے لئے نور ہو گا۔ میں خداوند کے قہر کی برداشت کرونگا۔ کیونکہ میں نے اس کا گناہ کیاہے۔ یہاں تک کہ وہ میرے لئے حجت ثابت کرے اور میرے لئے انفصال کرے وہ مجھے اجالے میں لائیگا اور میں اس کی راستبازی کو دیکھونگا" (میکاہ ۷، آیت ۸تا۹)۔

"اس نے مجھ سے کہا کہ میرا فضل تیرے لئے ہی کافی ہے کیونکہ میری قدرت کمزوری میں پوری ہوتی ہے۔ پس میں بڑی خوشی سے اپنی کمزوریوں پر فخر کرونگا تاکہ مسیح کی قدرت مجھ پر چھائی رہے۔" (۲کرنتھیوں ۱۲، آیت ۹)۔

جیسے کہ پطرس رسول اور یہوداہ اسکریوتی کی حالتوں میں فرق پایا جاتاہے کہ مقدس پطرس گر گیا مگر پھر سنبھلا اور روحانیت میں ایسا قوی بلکہ اپنے نام کے مطابق چٹان بن گیا کہ پھر اس سے کہیں بڑی بڑی آزمائشوں پر بھی غالب آتا رہا۔ مگر اس کے برعکس یہوداہ اسکریوتی ایسا گرا کہ پھر سنبھل نہ سکا بلکہ مایوسی کی حالت میں اس نے خودکشی کرلی۔ الغرض مسیحی مسلمات کے مطابق راستباز وہ انسان ہے کہ جس کا انجام بخیر ہو۔ یعنی وہ ایمان کی حالت میں مرے اور راستباز اور مقدس بن کر اس دنیا سے رخصت ہو۔ اور ان مبارک لوگوں میں شامل ہو کہ جن کے گناہ بخشے گئے اور خطائیں ڈھانپی گئیں۔ اور جن کے گناہوں کو خداوند حساب میں نہیں لاتا (زبور ۳۲، آیت ۱و۲)۔ پھر

مرزائی نقطۂ نگاہ

کے مطابق گنہگار کہلانا بے عزتی اور شرم کا باعث ہے اور اس لئے ان کے نزدیک کسی شخص کے گناہوں کا پردہ فاش ہونے سے وہ بے عزت ٹھہرتا ہے۔اور نہ صرف گناہ سے بلکہ گنہگاروں کی ذات سے خدا تعالیٰ کو نفرت ہے۔ مگر مسیحی نقطہ نگاہ کے مطابق گناہ ایک مہلک روحانی بیماری ہے۔جس کا اثر موروثی طور پر کل بنی آدم میں سرائت کئے ہوئے ہے۔اور اسی روحانی بیماری کی باطنی تاثیر کا ہولناک نتیجہ فعلی گناہ کی صورت میں صدور پذیر ہوتا ہے۔پس جب اس خارجی اثر بد کے ذریعہ سے گنہگار اپنے اندرونی بگاڑ پر آگاہی پا کر توبہ اور ایمان کے وسیلے سے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع لاتا ہے تو خدائے تعالیٰ جو شافی مطلق ہے اور نہ صرف اس بدکرداری کے نتیجہ یعنی سزا سے اس کو بچالیتا ہے۔بلکہ اس بیرونی اثر کے اندرونی سبب سے بھی چھٹکارا دیتا ہے۔اس لئے گنہگاروں کو نجات دیکر انہیں راستباز ٹھہرانے میں خدا تعالیٰ کی نجات بخش قدرت کا اظہار ہوتا ہے۔اور یہ ذکر کلام مقدس میں مندرج ہونے سے ان کی بے عزتی نہیں ہوتی۔بلکہ اس سے ان کی باطنی تقدیس و تطہیر کا ثبوت ملتا ہے۔اور اس سے دوسرے گنہگاروں کو بھی یہ خوشخبری ملتی ہے کہ وہ اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرکے اور بذریعہ ایمان خدا تعالیٰ کے مفت فضل میں پناہ لے کر نجات حاصل کر سکتے ہیں۔نیز مسیحی نقطہ نگاہ کے مطابق خدا تعالیٰ گناہوں سے تو نفرت رکھتا ہے۔اور جب تک گنہگار خود بھی اپنے گناہوں سے ویسی نفرت نہ کرے اس وقت تک خدا تعالیٰ اپنی ذاتی قدوسیت کے باعث ایسی طبعیت کے انسان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔لیکن اگر گنہگار اپنے گناہوں پر پشیمان ہو کر ان سے متنفر ہو جائے تو خدا تعالیٰ اس سے ایسی محبت رکھتا ہے کہ جس قدر زیادہ وہ گناہ کے اثر میں مبتلا ہو چکا ہو اسی قدر اس پر وہ اپنے فضل کی بہتات دکھاتا ہے۔(خطِ رومیوں ۵،آیت ۲۰)۔اور اسے اٹھا کر کھڑا کرنے میں وہ اپنی نجات بخش بیحد قدرت کا اظہار کرتا ہے۔اور ایسے توبہ کرنے والے گنہگار کی بابت ننانوے راستبازوں کی نسبت جو توبہ کی حاجت نہیں رکھتے اس کے حضور زیادہ خوشی ہوتی ہے۔"(لوقا ۱۵،آیت ۷)۔الحاصل مرزائی صاحبان اگر مسیحی نقطہ نگاہ کے مطابق آنخداوند کے سلسلۂ نسب پر نہ صرف ابراہیم بلکہ آدم تک بھی نظر غائر ڈالیں تو ان کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ آنخداوند کا نسب نامہ سراسر ایمانداروں اور راستبازوں اور مقدسوں پر مشتمل ہے۔اور ان میں ایک فرد بھی ایسا نہیں پایا جاتا جو نجات حاصل کئے بغیر گناہوں کی حالت میں مرا ہو اور نہ ان میں کوئی ایسا شرک پایا جاتا ہے جو شرک وبت پرستی کی حالت میں تادم مرگ مبتلا رہا ہو اور جس نے ایمان کی حالت میں اس دنیا سے کوچ نہ کیا ہو۔

تامار پہلی دادی اور نانی

تامار کا ذکر پیدائش ۳۸،آیت ۶تا۳۰ مذکور ہے۔اور پورا بیان پڑھنے سے صاف روشن ہو جاتا ہے کہ وہ عورت کوئی کسبی نہ تھی۔بلکہ یہوداہ کے پہلوٹھے عیر کی بیوی تھی (پیدائش ۳۸،آیت ۶)۔ عیر مر چکا تھا (آیت ۷)۔اور یہوداہ کا بیٹا اونان از راہ شرارت اپنے بھائی کی نسل قائم رکھنا چاہتا تھا(آیت ۸و۹)۔اسی لئے خداوند نے اسے ہلاک کیا(آیت ۱۰)۔تامار بہت دنوں تک نہایت صبر کے ساتھ اپنے باپ کے گھر میں بیٹھ کر یہوداہ کے اس وعدہ کے ایفاء کا انتظار کرتی رہی کہ یہوداہ کا چھوٹا بیٹا سیلہ جب جوان ہو گا تو وہ اسے دیدیگا۔(آیت ۱۱)۔یہوداہ نے اپنے اس وعدہ کو پورا نہ کیا(آیت ۲۶) جیسے تامار بیوہ تھی اسی طرح یہوداہ کی بیوی بھی مر چکی تھی۔اور وہ بھی رنڈوا تھا(آیت ۱۲) یہوداہ کو تامار سے ہمبستری وقت یہ معلوم نہ تھا کہ وہ اس کی اپنی بہو ہے(آیت ۱۶)۔سوائے ایک دفعہ کے پھر کبھی یہوداہ اس سے ہمبستر نہ ہوا(آیت ۲۶)اس وقت تک شریعتِ موسوی نازل نہ ہوئی تھی۔اور لامحالہ

جہاں شریعت نہیں وہاں گناہ محسوب نہیں ہوتا (خطِ رومیوں ۵، آیت ۱۳)۔ ان دنوں دیندار گھرانوں میں بھی حقیقی بھتیجی تک سے بیاہ ہوتا تھا۔ چنانچہ ابراہیم کے بھائی نحور کی بیوی ملکہ اس کے دوسرے بھائی حاران کی بیٹی تھی۔ (پیدائش ۱۱، آیت ۲۹)۔ بلکہ ایمانداروں کے باپ ابراہیم کی بیوی سارہ بھی اس کے اپنے باپ تارح کی بیٹی تھی۔ البتہ دونوں کی مائیں الگ الگ تھیں (پیدائش ۲۰، آیت ۱۲)۔ علاوہ بریں خود "یہوداہ نے اقرار کیا اور کہا کہ وہ مجھ سے زیادہ صادق ہے کیونکہ میں نے اسے اپنے بیٹے سیلہ کو نہ دیا۔ لیکن وہ آگے کو اس سے ہمبستر نہ ہوا۔" (پیدائش ۳۸، آیت ۲۶)۔ پس مذکورہ بالا حالات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی منصف مزاج اور ایماندار انسان تامار پر طعن و تشنیع کرنے اور اسے زناکار بلکہ بالکل خلاف واقعہ کسبی قرار دینے کی جرات نہیں کر سکتا۔

راحاب دوسری دادی اور نانی

اگر بالفرض محال یہ تسلیم کر لیا جائے کہ سلمون کی بیوی اور داؤد کے پردادا بوعز کی ماں راحاب وہی راحاب فاحشہ تھی جو یریحو کے رہنے والی تھی۔ اور جس نے اپنے تئیں خطرہ میں ڈال کر خداوند کی قوم کے جاسوسوں کو اپنے ہاں پناہ دی تھی۔ (یشوع ۲، آیت ۱)۔ تو بھی یہ ماننا پڑیگا کہ الہٰی حکم کے ماتحت شہر یریحو کو بکلی حرم کر دینے کے باوجود خدا کے برگزیدہ نبی یشوع نے اس راحاب کی بلکہ اس کے سبب سے اس کے گھرانے کی بھی جان بخشی کی (یشوع ۶، آیت ۱۶و۱۷و۲۵)۔ اور راحاب نے اپنی گزشتہ حالت کو بالکل ترک کر کے اپنے گھرانے سمیت خدا کی برگزیدہ قوم بنی اسرائیل کے درمیان بودوباش اختیار کی (یشوع ۶، آیت ۲۵)۔ اور جبکہ صحیحین کی ایک متفق علیہ حدیث سے یہ ثابت ہے کہ گرمیوں کے ایام میں صرف ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے کی وجہ سے ایک فاحشہ عورت کے گناہ معاف ہو گئے (دیکھو مشارق الانوار حدیث نمبر ۳۱۸)۔ تو راحاب جس نے اپنے تئیں خطرہ میں ڈال کر خدا کے بندوں کی جانوں کو بچایا۔ اور یریحو کے کل جانداروں کے حرم کئے جانے کے الہٰی حکم کے باوجود خدا کے ایک برگزیدہ نبی نے جس کی گھرانے سمیت جان بخشی کی۔ اور جو پہلے موسوی شریعت سے یقیناً ناواقف تھی۔ اور جس نے بعد کو سچی توبہ کر کے اور خدا تعالیٰ پر ایمان لا کر اس کی برگزیدہ قوم بنی اسرائیل میں بدوو باش اختیار کی۔ ایسی خدائے تعالیٰ کی ایماندار اور راستباز بندی کے برخلاف "(جس کا گناہ بخشا گیا اور جس کی خطا ڈھانپی گئی اور جس کے گناہ کو خدا حساب میں نہیں لاتا۔") زبان تشنیع دراز کرنا کہاں کی عقل اور شرافت اور ایمانداری ہے؟ کیا کسی کے گناہ بخشنے کے لئے خدا تعالیٰ کو ضروری ہے کہ پہلے مرزائی صاحبان کی رضامندی حاصل کر لے؟ بھلا جس کے گناہوں کو خدا تعالیٰ نے بخش کر اسے راستباز ٹھہرایا ایسی راستباز عورت کی آخری دیندارانہ اور پاکیزہ زندگی کو نظر انداز کر کے اسکی پہلی زندگی پر حرف گیری کرنا کسی خدا ترس انسان سے کیونکر ممکن ہے؟

بنتِ سبع تیسری دادی اور نانی

بنتِ سبع کا ذکر ۲ سموئیل کے ۱۱ اور ۱۲ باب میں پایا جاتا ہے جس کو بغور پڑھنے سے صاف آشکارا ہوتا ہے کہ یہ عورت عام طور پر زناکار بھی نہ تھی چہ جائیکہ کوئی بے انصاف شخص اسے کسبی قرار دینے کی جرات کرے۔ بیشک داؤد اس کے ساتھ اوریاہ کی زندگی میں ہمبستر ہوا (۲ سموئیل ۱۱، آیت ۳)۔ مگر اس کے بعد خدائے تعالیٰ سے تنبیہ پا کر اس نے سچی توبہ کی۔ اور خدا تعالیٰ سے اس گناہ کی معافی حاصل کر لی (۲ سموئیل ۱۲، آیت ۱۳)۔ اور اپنی شکستگی کی حالت کو ان الفاظ میں بیان کیا۔

"میں چپ رہا تو میری ہڈیاں سارے دن کراہتے کراہتے گل گئیں۔ کیونکہ تیرا ہاتھ رات دن مجھ پر بھاری تھا۔ میری تراوت گرمیوں کی خشکی سے مبدل ہوئی۔ میں نے تجھ پاس اپنے گناہ کا اقرار کیا اور میں نے اپنی بدکاری نہیں چھپائی۔ میں نے کہا میں خداوند کے آگے اپنے گناہ کا اقرار کرونگا۔ سو تو نے میری بدذاتی کے گناہ کو بخش دیا۔" (زبور ۳۲، آیت ۳ تا ۵)۔

اور وہ لڑکا جو اس حالت میں بنتِ سبع کے بطن سے پیدا ہوا وہ باوجود داؤد کی آہ زاری کے مر گیا (۲ سموئیل ۱۲، آیت ۱۴)۔ اور جس وقت سلیمان پیدا ہوا (۲ سموئیل ۱۲، آیت ۱۴)۔ اس وقت وہ داؤد کی جائز بیوی تھی۔ پس بنتِ سبع کا حوالہ دیکر بھی آنخداوند کی تین دادیوں اور نانیوں کو زناکار بلکہ کسبی عورتیں قرار دینا کسی صاحب عقل وانصاف اور خدا ترس انسان کا کام نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ہم بھی اس قادیانی منطق سے کام لے کر مرزائی صاحبان سے پوچھیں کہ کیا انبیاء کی بیویاں بھی تمہارے عقیدہ کے مطابق معصوم عن الخطا ہوتی ہیں؟ اور کیا انبیاء کی بیویوں میں سے ہر ایک کے متعلق مومن کے لئے یہ یقین حاصل کر لینا ضروری ہے؟ کہ وہ پہلے ایسی عورتیں تھیں جو بالکل کسی مرد سے ناآشنا ہوں۔ یا ان کے متعلق صرف اسی قدر یقین حاصل کر لینا ضروری امر ہے؟ کہ ان کی پہلی زندگی میں (خواہ وہ زندگی ایام جاہلیت سے ہی متعلق ہو) چال چلن کے متعلق ان سے کبھی کوئی گناہ سرزد نہ ہوا ہو؟ تو کیا مرزائی صاحبان ان سوالوں کا جواب اثبات میں دیکر کل نبیوں اور راستبازوں کی ہر ایک بیوی کے متعلق ایسا یقین دلانے کو تیار ہونگے؟ اور اگر جواب نفی میں ہو تو پھر پہلے راستبازوں اور نبیوں کی بیویوں کے ان گناہوں کے متعلق جو بخشے گئے زبان تشنیع دراز کرکے اس سے آنخداوند کی بد پرہیزی ثابت کرنے میں مرزا صاحب قادیانی کہاں تک حق بجانب ہیں؟ کیا بعض راستباز عورتوں کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانے اور بعض کو ناحق کسبی عورتیں قرار دینے میں کسرِ صلیب کا راز مضمر ہے؟ اور کیا ایسے کام کے لئے کسی مسیح بلکہ مسیح موعود کی ہی ضرورت تھی؟ یہودی یا آریہ اس کے لئے کافی نہ تھے؟ اور کیا یہ گالی گلوچ ہی مرزا صاحب کے "لبوں پر رحمت جاری" ہونے کے ذہنی مفہوم کا خارجی مصداق ہے؟ اور کیا خدا کی غیرت نے پہلے بھی کبھی یہ دکھایا کہ مخالفوں کو نیچا دکھانے کے لئے اپنی طرف سے کوئی ایسا نبی بھیج دیا جو دوسروں کو گالیاں دیکر کہے کہ یہ الہٰی غیرت کا اظہار ہے؟

مرزا صاحب کے من گھڑت اعتراضات

پس جو شخص بنظرِ غور وانصاف کلامِ مقدس کا مطالعہ کریگا وہ ضرور ہماری اس رائے پر صادر کریگا کہ آنخداوند کے متعلق مرزا صاحب قادیانی کے ناگفتنی الفاظ محض ان کے اپنے من گھڑت خیالات کا آئینہ ہی ہو سکتے ہیں۔ ورنہ

۱۔ کلامِ مقدس میں نہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ خداوند مسیح کی تین دادیاں اور نانیاں زناکار اور کسبی عورتیں تھیں۔

۲۔ کلامِ مقدس میں یہ پایا جاتا ہے کہ آنخداوند کا وجود کسبی عورتوں کے خون سے ظہور پذیر ہوا۔

۳۔ نہ کلامِ مقدس میں کسی بیان میں آنخداوند کے کنجریوں سے میلان اور صحبت کا ذکر موجود ہے۔

۴۔ اور نہ کسی گنہگار عورت کا ذکر ہی بدیں غرض کلام مقدس میں مذکور ہوا کہ اس کی بنا پر کسی مخالف مسیح کو آنخداوند کی شان میں گندی گالیاں اور گستاخانہ کلمات لکھنے کا موقع ملے۔

اور جس واقعہ سے مرزا صاحب قادیانی نے آنخداوند کی بد پرہیزی کا نتیجہ اخذ کیا ہے اس واقعہ کو لکھنے سے بھی انجیل نویس کی یہ غرض ہرگز نہ تھی کہ اس سے اپنے منجی اور خداوند کو بدپرہیز ثابت کرے اور نہ اس کل واقعہ کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد کوئی صاحب خرد وانصاف یہ کہہ سکتا ہے کہ

جس عورت نے آنخداوند کے پاؤں پر عطر ڈالا۔اور پیچھے کھڑی ہو کر روتے ہوئے اپنے آنسوؤں سے اس کے پاؤں بھگوئے اور اپنے سر کے بال سے پونچھے (لوقا ۷، آیت ۳۸)۔وہ کوئی "جوان کنجری" یا "بدکار کنجری" نہ تھی۔اور نہ یونانی لغت کی روسے کسی مرزائی عالم کے لئے یہ ثابت کردینا ممکن ہے کہ جس یونانی لفظ کا صحیح ترجمہ "بدچلن عورت" کیا گیا ہے (لوقا ۷، آیت ۳۷) اس کا ترجمہ "جوان کنجری" یا بدکار کنجری" ہونا چاہیے۔بلکہ اس کا کنجری ہونا تو درکنار ہر کس وناکس اس کی نسبت یہ بھی معلوم نہ تھا کہ وہ واقعی بدچلن بھی ہے جیسا کہ میزبان فریسی کے اس خیال سے ظاہر ہے کہ :

"اگر یہ شخص نبی ہوتا تو جانتا کہ جو اسے چھوتی ہے وہ کون اور کیسی عورت ہے ؟(لوقا ۷، آیت ۳۹)۔

حالانکہ کسی "جوان کنجری" یا "بدکار کنجری" کے جاننے کے لئے خصوصاً اس زمانہ میں کسی طرح کی نبوت یا غیب دانی کی ہرگز ضرورت نہ تھی۔اور پھر کٹر سے کٹر مخالف مسیح بھی یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ ان دنوں کسی فریسی جیسے پابند شرع اور ازحد ظاہر داری یہودی کے گھر میں کسی "جوان کنجری" یا بدکار کنجری" کا یوں کھلے بندوں داخل ہونا کس طرح ممکن بھی تھا۔اور پھر اس مفروضہ کنجری کا اتنی دیر تک وہاں ٹھہرے رہنا اور فریسی کا اس کی موجودگی کو گوارا کرلینا اور بھی عجیب ہوگا۔پس باوجود یونانی زبان نہ جاننے کے مرزا صاحب قادیانی کا واقعات سے چشم پوشی کرکے اس عورت کو "جوان کنجری" یا بدکار کنجری" قرار دینا کسی طرح بھی جائز نہیں ٹھہر سکتا اور ماننا پڑیگا کہ آنخداوند کی مخالفت میں آپ اندھا دھند ہر طرح کے جائز اور ناجائز اعتراضات گھڑنے پر تلے ہوئے تھے۔اور صرف یہی نہیں کہ مرزا صاحب نے تحکم محض کے طور پر "جوان کنجری" یا بدکار کنجری" ہی لکھ دینے پر اکتفا کیا بلکہ آپ کی نظر میں وہ فریسی بھی غالباً کوئی جوان یا بدکار کنجر ہی تھا جس کے گھر آنخداوند تشریف لے گئے اور یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا۔جیسا کہ آپ کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ

"حضرت مسیح کا کسی فاحشہ کے گھر جانا اور اس کا عطر جو حلال وجہ سے نہیں تھا استعمال کرنا۔"(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۴۷۸)۔

کسی "جوان کنجری" کے آنخداوند کے پاؤں کو ہاتھ لگا دینے سے بھی کلمتہ اللہ ناپاک نہیں ہوسکتے

لیکن اگر بالفرض بقول مرزا صاحب یہ مان بھی لیں کہ وہ عورت واقعی کوئی "جوان کنجری" ہی تھی۔پھر بھی مرزا صاحب یا ان کے مرید یہ ثابت کرنے سے قاصر رہینگے کہ "کسی جوان کنجری" کا آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونا غیر ممکن ہے۔اور کہ ایسی عورت کے گناہ معاف ہی نہیں ہوسکتے۔مرزا صاحب نے غالباً آنخداوند کو بھی قادیان کے کسی فتو خیرا جیسا ہی پرہیزگار سمجھ لیا ہوگا جبھی آپ نے نہائت بیباکی سے یہ لکھ دیا کہ

"کوئی پرہیزگار انسان کسی جوان کنجری کو یہ موقعہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگادے۔"

گویا مرزا صاحب کے نزدیک کسی جوان کنجری کے کسی پرہیزگار کے سر یا پاؤں کو چھوتے ہی اس پرہیزگار کی پرہیزگاری غت ربود ہوجاتی ہے۔ہم کہتے ہیں کہ مرزا صاحب جیسے کسی پرہیزگار انسان کا (بخیال خودش) کسی جوان کنجری کے ناپاک ہاتھ لگانے سے بدپرہیز ہوجانا ممکن ہو تو ہو مگر کلمتہ اللہ کی پرہیزگاری کی عنان اگر ایسی باتوں سے ہی دوست رفتہ ہوجاتی تو وہ گنہگاروں کا حکیم اور شافی کیونکر مانا جاسکتا؟ وہ تو دنیا میں آیا ہی گنہگاروں کے لئے تھا۔جیسا کہ اس نے خود فرمایا کہ :

تندرستوں کو حکیم درکار نہیں بلکہ بیماروں کو۔ مگر تم جاکر اسکے معنی دریافت کروکہ میں قربانی نہیں بلکہ رحم پسند کرتا ہوں۔ کیونکہ میں راستبازوں کو نہیں بلکہ گنہگاروں کو بلانے آیا ہوں۔"(متی ۹،آیت ۱۲تا۱۳)۔

مرزاصاحب کی امت سے ہم پوچھتے ہیں کہ جو شخص کسی گنہگار کے چھونے سے خود ہی ناپاک ہو جائے وہ گنہگاروں کا منجی ہونے کے قابل کیونکر ٹھہر سکتا ہے؟

اور پھر ایسی پرہیزگاری کے حقیقی اوراصلی ہونے میں بھی کیا شک ؟ کہ کسی بد چلن عورت یا کنجری کا ہاتھ لگا نہیں اور کسی حقیقی پرہیزگار کی پرہیزگاری رفوچکر ہوئی نہیں۔ایک پرہیزگار انسان کے پاؤں کو کسی کنجری کے صرف ہاتھ لگادینے سے ہی اس کو بدپرہیز قرار دینے سے غالباً یہ مراد تو ہوسکتی کہ مرزاصاحب کے نزدیک چھوت چھات کے عقیدے کی بناپر کسی گنہگار عورت یاجوان کنجری کے ایک نیک اورپرہیزگار انسان کے سریاپاؤں کو محض ہاتھ لگادینے سے ہی وہ روحانی طورپر ناپاک اور گنہگار بن جاتا ہو اوراس کی حقیقی پرہیزگار کی پرہیزگاری رفوچکر ہوئی نہیں۔ایک پرہیزگار انسان کے پاؤں کو کسی کنجری کے صرف ہاتھ لگادینے سے ہی اس کو بدپرہیزگار قرار دینے سے غالباً یہ مراد تو ہو نہیں سکتی کہ مرزاصاحب کے نزدیک چھوت چھات کے عقیدے کی بناپر کسی گنہگار عورت یاجوان کنجری کے ایک نیک اورپرہیزگار انسان کے سریاپاؤں کو محض ہاتھ لگادینے سے ہی وہ روحانی طورپر ناپاک اور گنہگار بن جاتا ہو اوراس کی حقیقی اور روحانی پرہیزگاری باطل ٹھہرتی ہو۔ بلکہ اس کے برعکس آپ کی یہی مراد ہوسکتی ہے کہ ایک پرہیزگار کے سریا پاؤں کو کسی جوان کنجری کے ہاتھ لگادینے سے اس مفروضہ پرہیزگار کے دل میں گندے خیال پیدا ہو جاتے ہیں۔پس اگر مرزائی صاحبان کے نزدیک حقیقی پرہیزگاری یہی ہے تو واضح ہو کہ یہ کلام مقدس کے روسے ایسی پرہیزگاری یقیناً گندی دھجی کی مانند ہے جو خدا تعالیٰ کے حضور قابل قبول نہیں ٹھہر سکتا۔اور ایسا شخص "سفیدی پھری ہوئی قبر کی مانند" صرف ظاہری اور نمائشی پرہیزگاری ہوسکتا ہے جس کی حقیقی پرہیزگاری یعنی تہذیب باطن کا مرتبہ حاصل نہ ہو۔ ورنہ حقیقی پرہیزگار بلکہ انسان کامل پرہیزگار ہونا بھی اگر صرف اسی وقت تک تسلیم کیا جائے جب تک کہ وہ کسی آزمائش سے دوچار نہ ہو۔ یعنی جب تک کہ وہ صدور گناہ کا امکان ہی نہ پایا جائے۔اور جونہی صدورِ گناہ کا موقع ملا یا کسی آزمائش سے سابقہ پڑا وہ مفروضہ پرہیزگار چاروں شانے چت گرا!۔